تلنگانہ اسٹیٹ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن

سالِ دوم

تاریخ

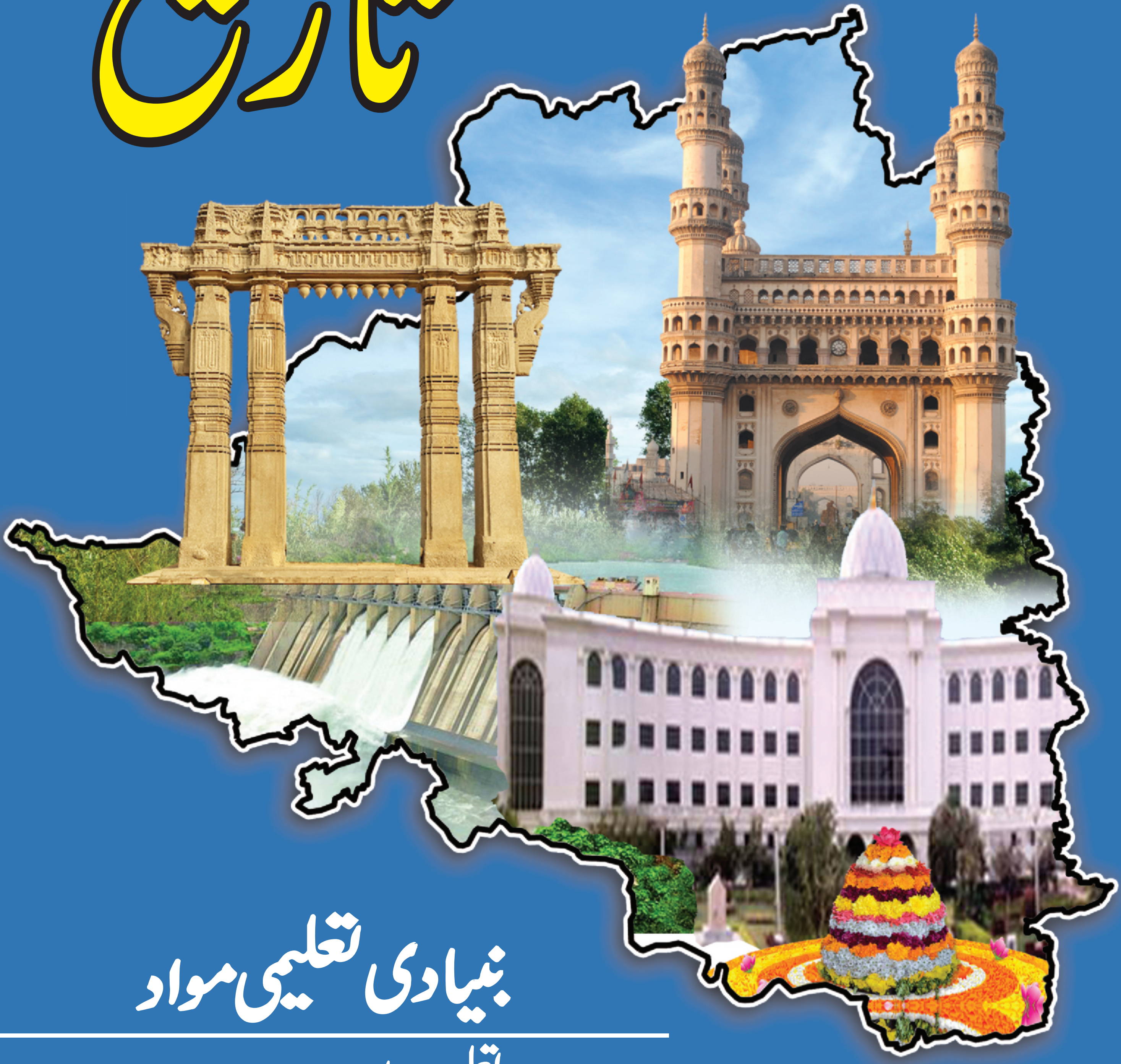

بنیادی تعلیمی مواد

برائے تعلیمی سال : 2021-2022

تلنگانہ اسٹیٹ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن

تاریخ

سالِ دوّم

(اُردو میڈیم)

بنیادی تعلیمی مواد

تعلیمی سال

2021-22

Coordinating Committee

Sri Syed Omer Jaleel, IAS
Commissioner, Intermediate Education &
Secretary, Telangana State Board of Intermediate Education
Hyderabad

Dr. Md. Abdul Khaliq
Controller of Examinations
Telangana State Board of Intermediate Education

Md. Abdul Rawoof
Special Officer Urdu
Telangana State Board of Intermediate Education

Educational Research and Training Wing

Ramana Rao Vudithyala
Reader

Mahendar Kumar Taduri
Assistant Professor

Vasundhara Devi Kanjarla
Assistant Professor

Learning Material Contributors

URDU VERSION

ریاض حسین

RIYAZ HUSSAIN

Principal,

Govt. Junior College, Kosgi

ENGLISH VERSION

حرفِ آغاز

درحال پیش رفت وباء کووڈ۔19 نے سارے عالم کو اپنے پنجۂ مرگ میں لیکر بیشمار انسانوں کو لقمۂ اجل بنایا اور زندگی کے ہر گوشۂ عمل کو تغیر آشنا کردیا یہاں تک کے شعبۂ تعلیم بھی اس سے مستثنیٰ نہ رہ سکا۔ اس وباء کی قہر ناکی سے طلبہ کو محفوظ و مامون رکھنے کے لئے بورڈ آف انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن تلنگانہ نے اپنے فریبانہ فیصلہ کے ذریعہ کمرۂ جماعت کی روایتی تدریس سے اجتناب کیا اور جدید ٹکنالوجی سے استفادہ کرتے ہوئے ٹیلی ویژن کے ذریعہ طلبہ کے تعلیمی سلسلے کو منقطع نہیں ہونے دیا۔ مہلک وباء کے سبب پیدا نامساعد حالات میں دانش آموزان کی دشواریوں کا ادراک کرتے ہوئے بورڈ آف انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن تلنگانہ نے تعلیمی بوجھ کو کم کرنے کے لئے نصاب میں 30 فیصد کٹوتی کے ذریعہ امسال صرف 70 فیصد نصاب کو سالانہ امتحان کے لئے لازمی قرار دیا۔ علاوہ ازیں امتحانی پرچہ جات کے الگو کو تبدیل کرتے ہوئے سوالات میں انتخاب کی زیادہ سہولت فراہم کی گئی۔

وباء کے سرعت سے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے تعلیمی سال میں تخفیف کرتے ہوئے کلیات کو طویل عرصہ مسدود رکھنا ناگزیر تھا جس سے متعلمین کی تعلیم متاثر ہوئی۔قلیل وقت میں سالانہ امتحانات کی تیاری کے خوف سے دانش آموزان کو تناؤ کا سامنا تھا۔ان کے اس بیم کو فروغ کرنے اور امتحانات کی عمدگی سے تیاری کے لئے بورڈ آف انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن تلنگانہ بنیادی تعلیمی مواد فراہم کررہا ہے تاکہ جویانِ علم حوصلہ واعتماد کے ساتھ سالانہ امتحانات میں شریک ہوسکیں۔لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ مطالعاتی مواد ہرگز درسی کتب کا نعم البدل نہیں ہو سکتا۔البتہ ان کے لئے رہنمائی فراہم کرسکتا ہے اور مضامین کے نظریات کی تفہیم میں تسہیل پیدا کرسکتا ہے۔

کم عرصہ میں مواد کی تیاری کے لئے میں جناب ڈاکٹر محمد عبدالخالق کنٹرولر آف ایگزامینیشن BIE، جناب محمد عبدالرؤف اسپیشل آفیسر اردو BIE اور مدیر و مترجمین کو تہنیت پیش کرتا ہوں۔ ERTW کے اراکین اور DTP ماسٹر جناب محمد ذکی الدین لیاقت پروپرائٹر ممتاز کمپیوٹرس رحیم منزل شاہ گنج و دیگر تمام اصحاب کو جنہوں نے اس مواد کی تیاری میں اپنا تعاون پیش کیا مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ یہ تعلیمی مواد ہماری ویب سائٹ www.tsbie.cgg.gov.in پر بھی دستیاب ہے۔

کمشنر اینڈ سکریٹری

انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن، تلنگانہ

فہرست

باب – 1 :	جغرافیہ، ذرائع، ماقبل تاریخ	1 - 5
باب – 2 :	ساتاواہنوں کا عہد	6 - 10
باب – 3 :	مابعد ستواہنا سلطنتیں	11 - 12
باب – 4 :	کاکتیہ عہد	13 - 18
باب – 5 :	قطب شاہی سلطنت	19 - 24
باب – 6 :	آصف جاہی سلاطین	25 - 31
باب – 7 :	سماجی۔ثقافتی اور سیاسی بیداری	32 - 34
باب – 8 :	تلنگانہ میں قبائیلی اور کسان تحریک	35 - 38
باب – 9 :	حیدرآباد میں آزادی کی تحریک: 1857 تا 1947ء	39 - 42
باب – 10 :	ریاست تلنگانہ کی تحریک: 1970 - 1952ء	43 - 45
باب – 11 :	تلنگانہ ریاست تحریک: 2014 - 1971ء	46 - 49
باب – 12 :	تلنگانہ کے میلے اور تہوار	50 - 53

1 یونٹ

جغرافیہ، ذرائع اور ماقبل تاریخ

طویل جوابی سوالات (10 نشانات)

1. تلنگانہ کے جغرافیائی خصوصیات کی نشاندہی کیجئے۔

جواب: تلنگانہ سطح مرتفع دکن پر 46′ 15^{o} اور 47′N 19^{o} عرض بلد اور 16′ 77^{o} اور 43′ 81^{o} طول بلد کے درمیان واقع ہے جو کہ 70 ملین برس قدیم ہے۔ یہاں پر چپٹے پہاڑیاں ہیں۔ یہ طویل سلسلہ ہے' یہاں چٹانیں تشکیل پاتی ہیں۔ اس کی اوسط بلندی 300 میٹر اور 600 میٹر کے درمیان ہے۔ اور مشرق کی جانب ڈھلان ہے۔ اس کے شمال اور شمال مشرقی جانب گوداوری کی وادی ہے۔ علم الارض (جیالوجی) کے مطابق ریاست میں کئی معدنی ذخائر ہیں۔ چٹانیں جیسے گرینائیٹ' چونا پتھر وغیرہ پائی جاتی ہیں جو ساری ریاست میں پھیلے ہوئے ہیں اور معدنیات سے مالا مال ہیں۔

1. **تلنگانہ کی سرحدیں اور وسعت:** تلنگانہ زمین سے بھری ہوئی ریاست ہے۔ اس کی سرحدیں شمال میں مہاراشٹرا' چھتیس گڑھ' مغرب میں کرناٹک جنوب مشرق اور شمال مشرق میں آندھرا پردیش سے ملتی ہیں۔ دریائے کرشنا تلنگانہ کو آندھرا پردیش سے الگ کرتی ہے۔ یہ دریا ان دو ریاستوں کے درمیان جغرافیائی تقسیم کا کام انجام دیتی ہے۔ یہ ریاست 33 اضلاع پر مشتمل ہے۔ اس کا رقبہ 1,12,077 مربع کلومیٹر (43,273 مربع میل) ہے۔ اضلاع کو 73 ریونیو ڈیویژنوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ان کو مزید 590 تحصیلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ رقبہ کے لحاظ سے بھدرادری کتہ گوڑم سب سے بڑا ضلع ہے جس کا رقبہ 7483 مربع کلومیٹر (2889 مربع میل) ہے۔ حیدرآباد سب سے چھوٹا ضلع ہے جس کا رقبہ 217 مربع کلومیٹر (84 مربع میل) ہے۔ رقبہ کے لحاظ سے تلنگانہ ملک کی گیارہویں بڑی ریاست ہے۔ آبادی کے لحاظ سے ہندوستان میں یہ بارہویں بڑی ریاست ہے۔ میٹروپولیٹن شہر حیدرآباد تلنگانہ کا صدر مقام ہے۔ تلنگانہ ریاست کے اہم شہر حیدرآباد' ورنگل' محبوب نگر' کریم نگر' نظام آباد اور کھمم ہیں۔

2. **جغرافی مطالعہ' نقشہ سازی (Topography):** تلنگانہ زیادہ تر پہاڑی علاقہ ہے۔ مغربی گھاٹ کا سہیادری سلسلہ اجنتا سلسلے سے علیحدہ ہوتا ہے اور ضلع عادل آباد میں شمال۔ مشرق میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ ضلع عادل آباد میں نرمل پہاڑیاں' کریم نگر ضلع میں راکھی پہاڑیاں اور اضلاع ورنگل اور کھمم میں کنڈیکل پہاڑیاں کہلاتے ہیں۔ محبوب نگر ضلع میں بالا گھاٹ سلسلے سے جو پہاڑیاں علیحدہ ہوتی ہیں وہ میدک اور حیدرآباد تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ان پہاڑیوں کے مشرقی کنارے پر قلعہ گولکنڈہ تعمیر کروایا گیا تھا۔ تلنگانہ علاقہ میں پہاڑیاں' پہاڑی قلعوں جیسے میدک' بھونگیر' دیورکنڈہ' کھمم' ورنگل کے لئے مشہور ہیں اور تاریخی مقبولیت رکھتے ہیں۔

3. **تلنگانہ کی آب و ہوا:** تلنگانہ میں موسم گرم اور خشک رہتا ہے۔ گرما کا موسم مارچ میں شروع ہوتا ہے اور مئی کے مہینے میں اوسط درجہ حرارت $42^{o}C$ ($108^{o}F$) کے ساتھ عروج پر پہنچتا ہے۔ ریاست میں بارش کا اوسط' قومی سطح کے اوسط 1083 ملی میٹر کے مقابلے میں 906 ملی میٹر ہے۔ جنوب مغربی مانسون کی وجہ سے جون تا سپٹمبر 79 فیصد بارش ہوتی ہے۔ خشک اور معتدل موسم سرما کا آغاز نومبر میں ہوتا ہے اور ابتدائے فروری تک اوسط درجہ حرارت 22^{o}-$23^{o}C$ کے ساتھ چلتا ہے۔

4. دریائیں: تلنگانہ کی دو بڑی دریائیں گوداوری اور کرشنا ہیں جو سال بھر چلتی رہتی ہیں۔ دریائے گوداوری مہاراشٹرا کے ضلع ناسک (Nasik) سے نکلتی ہے اور تلنگانہ میں ضلع عادل آباد کے باسر میں داخل ہوتی ہے۔گوداوری کی معاون دریائیں منجیرا' مانیر' پرانہیتا اور اندراوتی ہیں۔اس دریا کی زد میں عادل آباد' کریم نگر' نظام آباد' میدک' ورنگل کا شمالی علاقہ اور کھمم شامل ہیں۔دریائے کرشنا مہاراشٹرا کے مہابلیشور کے مغربی گھاٹوں سے نکلتی ہے اور تلنگانہ میں ضلع نارائن پیٹ میں داخل ہوتی ہے۔اس میں معاون دریا جیسے بھیما' ڈنڈی' پیداوا' گوہالیہ' موسی اور مونیر وشامل ہوجاتی ہیں۔اس کی زد میں محبوب نگر' رنگاریڈی' نلگنڈہ' ورنگل کے جنوب مغربی علاقے اور کھمم اضلاع شامل ہیں۔ان بڑی دریاؤں کی موجودگی کے باوجود تلنگانہ کی آب وہوا خشک اور نیم خشک رہتی ہے۔

2. تلنگانہ کی تاریخ لکھنے کے لئے آثار قدیمہ کے ماخذات کے بارے میں لکھئے۔

ماضی کے بارے میں لکھنا کتنا مشکل کام ہے۔ماضی میں کیا ہوا اس کا اندازہ لگانا آسان نہیں ہے کیونکہ ماضی بھی حال کی طرح پیچیدہ ہوتا ہے اور اس کو مختلف زاویوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔تاریخی ماخذوں کی تخلیق اور تجزیاتی انداز میں ترجمانی کے لئے ماخذوں کا مطالعہ محتاط انداز میں کرنا پڑتا ہے۔یہ تحریر مورخین کے مختلف ماخذوں سے اخذ کئے گئے شواہد پر منحصر ہوتی ہے۔چونکہ تلنگانہ کی تاریخ ماقبل تاریخ عہد سے ہے' اسلئے مختلف ماخذات کا محتاط مطالعہ کرنا ہوگا۔ماخذوں کی درجہ بندی اس طرح کی جاسکتی ہے۔ (a) آثار قدیمہ کے ماخذ (b) ادبی ماخذ

آثار قدیمہ کے ماخذ: آثار قدیمہ کے ماخذات کا تعلق ٹھوس مادی باقیات سے ہے۔ابتدائی دستیاب مادی باقیات میں ماقبل تاریخ کے پتھر کے اوزار' ہڈیاں' نباتاتی اور حیوانی باقیات' ظروف کے ٹکڑے' لوہے کے اوزار وغیرہ شامل ہیں۔کتبات' سکے' تصویریں' یادگار عمارتیں بھی آثار قدیمہ کے ماخذ کا حصہ ہیں۔یہ ماخذات ہمیں قدیم تلنگانہ عوام کی زندگی کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہیں۔

قبل تاریخ کے مادی باقیات: قدیم تلنگانہ کے مطالعہ کے لئے کئی ماقبل تاریخی ماخذات دستیاب ہیں۔ان سے ہمیں پتھر کے دور کے انسان کی زندگی کے بارے میں معلومات ملتی ہیں۔اس کے ذریعہ معاش' مذہبی عقائد' تکنیکی پیشرفت کے بارے میں معلومات ممکن ہیں۔پتھر کے دور کے مختلف اوزار آصف آباد اور ضلع عادل آباد کے لکشٹی پیٹ' محبوب نگر ضلع کے امرآباد اور نلگنڈہ ضلع کے یلیشورم' راما گیری' نارکٹ پلی اور ولی گنڈہ میں پائے گئے۔

کتبات (Inscriptions): آثار قدیمہ کے اہم اور قابل اعتماد ماخذوں میں کتبات شامل ہیں۔کتبات کے مطالعہ کو علم کتبات (Epigraphy) کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔کتبات شاہی فرامین ہوتے ہیں اور یہ دستاویزی شکل میں ہوتے ہیں اس لئے انہیں مستند سمجھا جاتا ہے۔ان سے ہمیں حکمرانوں کے شجرے کا علم ہوتا ہے۔بادشاہوں کے کارنامے' زمینات کے عطیات کی نوعیت' شاہی فرامین کا بھی پتہ چلتا ہے۔کتبات تانبے کی تختیوں اور پتھروں پر پائے جاتے ہیں۔وہ سماج کے اس دور کے حالات کی عکاسی کرتے ہیں۔

تلنگانہ میں ابتدائی کتبے شاتاواہنا کے دور سے تعلق رکھتے ہیں۔شاتاواہنوں کے کتبات کوٹی لنگالہ (کریم نگر ضلع)' نانا گھاٹ' ناسک' کرلے (مہاراشٹرا)' بھٹی پرولو' امراوتی (آندھرا پردیش) وغیرہ میں پائے گئے۔ان میں بیشتر پراکرت زبان میں لکھے گئے ہیں۔بعض دفعہ سنسکرت بھی استعمال کی گئی ہے۔چالوکیہ دور کے کتبات دو زبانوں سنسکرت اور کنڑی میں ہیں۔کاکتیاؤں کے دور سے سنسکرت کے ساتھ تلگو بھی استعمال کی جانے لگی۔ہنمکنڈہ ہزار ستونی کتبہ' بیارم چیرو کتبہ' موٹو پلی کتبہ' پالم پیٹ کتبہ (ورنگل ضلع) اور چندوپٹلہ کتبہ (نلگنڈہ ضلع) اہم کاکتیائی کتبات ہیں۔یہ کتبات ہمیں قیمتی اور مستند معلومات فراہم کرتے ہیں۔

سکے یا سکوں کا علم: تاریخی معلومات کے لئے سکے بھی ایک اہم ماخذ ہیں۔سکوں کا مطالعہ' سکوں کا علم (Numismatics) کہلاتا ہے۔اس میں اس دھات کا تجزیہ کیا جاتا ہے جس سے سکے ڈھالے گئے۔اس کے علاوہ سکوں کا وزن' تیاری کی تکنیک اور اس کے دونوں جانب لکھی گئی تحریر کا تجزیہ بھی کیا جاتا ہے۔یہ تاریخ کے مختلف پہلوؤں بالخصوص اس دور کے معاشی حالات پر روشنی ڈالتے ہیں۔تلنگانہ میں مختلف خاندانوں

نے جن کا سلسلہ ستواہنوں سے شروع ہوتا ہے اپنی آزاد حکمرانی کی علامت کے طور پر مختلف سکے جاری کئے۔ستواہنوں نے سیسہ، تانبہ اور چاندی کے سکے جاری کئے۔کرشاپنا (چاندی) اور سورنا (سونا) ستواہن دور میں وسیع پیمانہ پر استعمال کئے جانے والے سکے ہیں۔کوٹی لنگالہ (کریم نگر) ستواہنوں کے ٹکسال (سکوں کو ڈھالنے) کا مرکز تھا۔ستواہن خاندان کا آخری حکمران یگنا سری نے سکے جاری کئے جس پر کشتی کندہ تھی جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس دور میں بحری سرگرمیاں جاری تھیں۔اسی طرح چالوکیہ، کاکتیہ، قطب شاہی اور آصف جاہی خاندان کے حکمرانوں نے مختلف قسم کے منفرد خصوصیات کے ساتھ جاری کئے۔ہونو (Honnu) قطب شاہی سلاطین کا معیاری طلائی سکہ تھا۔

یادگاریں عمارتیں: آثار قدیمہ کا دوسرا اہم ماخذ یادگار عمارتیں ہیں۔اس میں مذہبی اور غیر مذہبی دونوں تعمیرات شامل ہیں۔غیر مذہبی زمرہ میں شاہی محلات، قلعے، یادگار عمارتیں شامل ہیں۔تلنگانہ میں غیر مذہبی زمرے کی مشہور عمارتوں میں ورنگل، گولکنڈہ، میدک، ایلگندل، بھونگیر کے قلعے، دوما کنڈہ، گدوال، ونپرتی اور کولاپور کے سمستھان، چارمینار، جامعہ عثمانیہ کا آرٹس کالج، عثمانیہ جنرل ہاسپٹل، اسمبلی کی عمارت شامل ہے۔یادگاریں جیسے بدھی استوپائیں، چیتیا، وہارائیں، جین باسادی، وشنومت اور شیومت کے مندر، مسجدیں، مقبرے وغیرہ مذہبی نوعیت کے ہیں۔عالمپور کی نوابرہما مندر، ورنگل کا باب الداخلہ، کولانوپاکا جین مندر، پھنی گیری، دھولی کٹہ، پیدابنکور کے استوپائیں فن تعمیر کی بہترین مثالیں ہیں۔ان میں سے چند عمارتوں پر کی گئی مجسمہ سازی عوام کے مذہبی خیالات، سماجی اور ثقافتی زندگی کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہیں۔

مصوری (Paintings): تلنگانہ علاقہ میں حکمرانی کرنے والے خاندانوں نے فن مصوری کی سرپرستی کی۔ستواہنا مصوری کی بہترین مثال اجنتا میں پائی گئی۔غار نمبر نو اور دس ان کی خدمات کی کلاسیکی مثالیں ہیں۔کاکتیاؤں نے بھی فن مصوری کے فروغ میں اپنا حصہ ادا کیا۔ان کے عہد کے مصوری کے نمونے تری پورانتکم (Tripurantakam)، پلالہ مری اور ناگولا پاڈو میں ملتے ہیں۔قطب شاہی اور آصف جاہی حکمرانوں کے دور تک فن مصوری کافی ترقی پا چکا تھا اور دکن کی ایک قابل ذکر خصوصیت بن چکا تھا۔ان پینٹنگز کے ذریعے ہم اس زمانے کے حالات کو سمجھ سکتے ہیں۔

مختصر جوابی سوالات (5 نشانات)

1. تلنگانہ کی دریاؤں پر مختصر نوٹ لکھئے۔

جواب: تلنگانہ کی دو بڑی دریائیں گوداوری اور کرشنا ہیں جو سال بھر چلتی رہتی ہیں۔دریائے گوداوری مہاراشٹرا کے ضلع ناسک (Nasik) سے نکلتی ہے اور تلنگانہ میں ضلع عادل آباد کے باسر میں داخل ہوتی ہے۔گوداوری کی معاون دریائیں منجیرا، مانیر، پرانہیتا اور اندراوتی ہیں۔اس دریا کی زد میں عادل آباد، کریم نگر، نظام آباد، میدک، ورنگل کا شمالی علاقہ اور کھمم شامل ہیں۔دریائے کرشنا مہاراشٹرا کے مہابلیشور کے مغربی گھاٹوں سے نکلتی ہے اور تلنگانہ میں ضلع نارائن پیٹ میں داخل ہوتی ہے۔اس میں معاون دریا جیسے بھیما، ڈنڈی، پیداواگو، ہالیہ، موسی اور مونیر وشامل ہو جاتی ہیں۔اس کی زد میں محبوب نگر، رنگاریڈی، نلگنڈہ، ورنگل کے جنوب مغربی علاقے اور کھمم اضلاع شامل ہیں۔ان بڑی دریاؤں کی موجودگی کے باوجود تلنگانہ کی آب وہوا خشک اور نیم خشک رہتی ہے۔

ریاست میں آبپاشی کے امکانات کو بہتر بنانے کی کوششوں میں حکومت نے پروقار کالیشورم پراجیکٹ شروع کیا ہے۔یہ دریائے گوداوری پر ایک ہمہ مقصدی آبی پراجیکٹ ہے۔یہ جیا شنکر بھوپالا پلی ضلع کے کالیشورم میں واقع ہے۔یہ دریائے گوداوری سے 180 ٹی ایم سی پانی کی نکاسی کرتے ہوئے 13 اضلاع پر پھیلے ہوئے 18 لاکھ ایکر اراضی کو آب پاشی کی سہولت فراہم کرتا ہے۔حکومت تلنگانہ نے مشن کاکتیہ کے تحت ریاست کے 27584 تالابوں کی صفائی کا کام بھی انجام دیا ہے۔اس کے نتیجے میں کھیتوں کی آمدنی میں اضافہ ہوا ہے۔آب پاشی کی بہتری پر اس توجہ نے قومی سطح پر کامیابی حاصل کی ہے اور مشن کاکتیہ کو دوسری ریاستوں کے لئے ایک مثالی پروگرام کے طور پر نیتی آیوگ نے تسلیم کیا ہے۔

2. تلنگانہ کی مٹی کے بارے میں لکھئے۔

تلنگانہ کی زمین لال اور کالی ہے۔تلنگانہ کا بیشتر حصہ لال زمین سے ڈھکا ہوا ہے جو 48 فیصد ہے۔لال رنگ آئرن آکسائیڈز کی وجہ سے ہے۔

لال زمین زیادہ تر محبوب نگر، نلگنڈہ، کریم نگر، کھمم، رنگاریڈی، نظام آباد اضلاع میں اور عادل آباد ضلع میں کم پائی جاتی ہے۔ یہ زمین مونگ پھلی کی فصلوں کے لئے بہتر ہوتی ہے۔

کالی مٹی کی زمین تلنگانہ کے مجموعی رقبے کا 25 فیصد ہے۔ یہ آتش فشاں چٹانوں اور لاوا کے بہاؤ سے بنتے ہیں۔ یہ ریگڑ کی زمین بھی کہلاتی ہے۔ یہ زمین کپاس اور خشک فصلوں کے لئے سازگار ہے۔ کالا رنگ فیرس (Fe) اور میگنیشم (Mg) آکسائیڈز کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس زمین میں پانی ذخیرہ کرنے کی گنجائش زیادہ ہوتی ہے۔ یہ زمین عادل آباد، رنگاریڈی، نظام آباد اضلاع میں زیادہ تر علاقوں میں اور کریم نگر، ورنگل، میدک اور محبوب نگر اضلاع کے علاقوں میں کم پائی جاتی ہے۔ لیٹرائٹ (چکنی مٹی) 7 فیصد علاقے کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ مٹی چکنی نوعیت کی ہوتی ہے۔ اضلاع میدک اور کھمم میں پائی جاتی ہے۔ الوویل (Alluvial) مٹی زیادہ زرخیز ہوتی ہے جو دریاؤں کے کنارے پائی جاتی ہے۔

3. تلنگانہ میں جنگلات کے بارے میں لکھئے۔

جواب: تلنگانہ میں سطح مرتفع علاقے کے پھیلے ہوئے پہاڑوں پر کانٹے دار درخت پھیلے ہوئے ہیں جب کہ شمال مشرق میں دریائے گوداوری کے قریب گھنے جنگلات پائے جاتے ہیں۔ تلنگانہ کے قدرتی جنگلات عادل آباد، کریم نگر، ورنگل اور کھمم اضلاع میں پائے جاتے ہیں جب کہ ساف جنگلات نلگنڈہ اور محبوب نگر ضلع کے شمالی حصوں میں پائے جاتے ہیں۔ ساگوان، گلاب، جنگلی پھل، بیڑی پتوں اور بامبو کے درخت بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ دیہی غربا اور دیگر قبائلی اقوام کے روزگار کی مدد کے لئے جنگلات اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ مزید یہ جنگلات عالمی حدت (Global warming) میں تخفیف کرنے، زرخیز زمین اور کمزور جنگلی حیات کی حفاظت کا بھی کام کرتے ہیں۔

تلنگانہ کے جنگلات کا مجموعی رقبہ 26,969,48 مربع کلومیٹر ہے جو کہ کل جغرافیائی علاقے کا 24 فیصد ہے۔ جنگلات کے مجموعی رقبے کا 50 فیصد چار اضلاع جیاشنکر بھوپالا پلی، بھدرادری کتہ گوڑم، ناگر کرنول اور کومرم بھیم آصف آباد میں پایا جاتا ہے۔ جنگلات کی اہم پیداوار میں ساگوان اور خوشبودار گھاس (Roosa grass) ہے۔ یہ بالترتیب عادل آباد اور نظام آباد میں پائے جاتے ہیں۔ خوشبودار گھاس، خوشبو والے تیل میں استعمال کی جاتی ہے۔ نظام آباد بیڑی کے پتوں کی پیداوار کے لئے مشہور ہے جب کہ محبوب نگر سیتا پھل کے لئے مشہور ہے۔ ریاست تلنگانہ، تلنگانہ کو ہریتا ہارم، ایک اہم پروگرام شروع کیا ہے جو ریاست کے درختوں کے موجودہ پھیلاؤ میں 24% سے 33% اضافہ کرے گا۔

4. تلنگانہ میں تاریخی عمارتوں کے بارے میں لکھئے۔

جواب: آثار قدیمہ کا دوسرا اہم ماخذ یادگار عمارتیں ہیں۔ اس میں مذہبی اور غیر مذہبی دونوں تعمیرات شامل ہیں۔ غیر مذہبی زمرہ میں شاہی محلات، قلعے یادگار عمارتیں شامل ہیں۔ تلنگانہ میں غیر مذہبی زمرے کی مشہور عمارتوں میں ورنگل، گولکنڈہ، میدک، ایلگندل، بھونگیر کے قلعے، دوما کنڈہ، گدوال، ونپرتی اور کولاپور کے سمستھان، چارمینار، جامعہ عثمانیہ کا آرٹس کالج، عثمانیہ جنرل ہاسپٹل، اسمبلی کی عمارت شامل ہے۔ یادگاریں جیسے بدھی استوپائیں، چیٹیا، وہارائیں، جین باسادی، وشنومت اور شیومت کے مندر، مسجدیں، مقبرے وغیرہ مذہبی نوعیت کے ہیں۔ عالمپور کی نوابرہما مندر، ورنگل کا باب الداخلہ، کولانوپاکا جین مندر، پھنی گیری، دھولی کٹہ، پیدابنکور کے استوپائیں فن تعمیر کی بہترین مثالیں ہیں۔ ان میں سے چند عمارتوں پر کی گئی مجسمہ سازی عوام کے مذہبی خیالات، سماجی اور ثقافتی زندگی کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہیں۔

5. غیر ملکی ادبی ماخذات کے بارے میں لکھئے۔

جواب: قدیم زمانے سے ہی غیر ملکی سیاحوں نے ہندوستان کا دورہ کیا ہے۔ بعض نے ان کے دوروں کے سفرنامے لکھے ہیں۔ بیرونی تحریروں میں یونانی ذرائع راست یا بلا واسطہ تلنگانہ کی تفصیلات بتلاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک نامعلوم مصنف کی تحریر "Periplus of the eritheiagn sea" نے تلنگانہ کے تجارتی سرگرمیوں کا ذکر کیا ہے۔ اس طرح میگاستھینز کی ''انڈیکا'' ستواہن دور کے سماجی، معاشی حالات

ان کی فوج، قلعوں وغیرہ کے بارے میں بیان کرتی ہے۔ غیر ملکی سیاح جیسے مارکو پولو، ٹاورنیر اور دیگر نے کاکتیاؤں اور قطب شاہوں کے زمانے میں تلنگانہ کا سفر کیا اور تفصیل سے یہاں کے حالات کو قلمبند کیا۔ یہ تمام بیرونی تحریریں تلنگانہ کی تاریخ کے لئے کار آمد ثابت ہوتی ہیں۔

نہایت مختصر جوابی سوالات (2 نشانات)

1. تلنگانہ کی آب وہوا کے بارے میں لکھئے۔

جواب: تلنگانہ میں موسم گرم اور خشک رہتا ہے۔ گرما کا موسم مارچ میں شروع ہوتا ہے اور مئی کے مہینے میں اوسط درجہ حرارت 42^{O}C(108^{O}F) کے ساتھ عروج پر پہنچتا ہے۔ ریاست میں بارش کا اوسط، قومی سطح کے اوسط 1083 ملی میٹر کے مقابلے میں 906 ملی میٹر ہے۔ جنوب مغربی مانسون کی وجہ سے جون تا سپٹمبر 79 فیصد بارش ہوتی ہے۔ خشک اور معتدل موسم سرما کا آغاز نومبر میں ہوتا ہے اور ابتدائے فروری تک اوسط درجہ حرارت 22^{O}-23^{O}C کے ساتھ چلتا ہے۔

2. تلنگانہ کو ہریتا ہارام کے بارے میں لکھئے۔

جواب: ریاست تلنگانہ نے 'تلنگانہ کو ہریتا ہارام' ایک اہم پروگرام شروع کیا ہے جو ریاست کے درختوں کے موجودہ پھیلاؤ میں 24% سے 33% تک اضافہ کرتے گا۔

3. کوٹی لنگالہ کے بارے میں لکھئے۔

جواب: جغرافیائی دریافتوں سے پتہ چلتا ہے کہ کوٹی لنگالہ (کریم نگر) ستواہنوں کے دور کا ایک اہم شہر تھا۔ یگنا سری ستکرنی نے کشتی کی علامت کے ساتھ سکے جاری کئے جو یہ بتلاتے ہیں کہ اس دور میں بحری سرگرمیاں جاری تھیں

4. تلنگانہ کی مٹی کے بارے میں لکھئے۔

جواب: تلنگانہ کی مٹی لال اور کالی ہے۔ تلنگانہ کا بیشتر حصہ لال زمین سے ڈھکا ہوا ہے جو 48 فیصد ہے۔ لال رنگ آئرن آکسائیڈ کی وجہ سے ہے۔ لال زمین زیادہ تر محبوب نگر، نلگنڈہ، کریم نگر، کھمم، رنگا ریڈی، نظام آباد اضلاع میں اور عادل آباد ضلع میں کم پائی جاتی ہے۔ یہ زمین مونگ پھلی کی فصلوں کے لئے بہتر ہوتی ہے۔

5. تلنگانہ کے معدنی وسائل (Minerals) پر ایک نوٹ لکھئے۔

جواب: تلنگانہ میں متعدد معدنی وسائل ہیں۔ عادل آباد، سنگارینی، کتہ گوڑم اور کھمم میں بڑی مقدار میں کوئلے کے ذخائر ہیں۔ یہ تلنگانہ کے لئے قدرت کا ایک عظیم عطیہ ہے۔ جو بڑی مقدار میں تھرمل پاور اسٹیشنوں اور ریلویز کو کوئلہ فراہم کرتی ہیں۔ کھمم، عادل آباد اور ورنگل کے علاقوں میں لوہے کی کانیں ہیں۔ گرانائیٹ پتھر جس کا وسیع تر استعمال تعمیراتی میدان میں کیا جاتا ہے تلنگانہ میں دستیاب ہے۔

یونٹ 2

ساتاواہنوں کا عہد

مختصر جوابی سوالات (5 نشانات)

1. **ستواہنوں کے نظم ونسق پر ایک مضمون لکھئے۔**

جواب: ستواہن راجاؤں کو نظم ونسق میں بالادستی حاصل تھی۔ ان کی سیاست سیدھی سادی تھی اور موریائی نظم ونسق کے خطوط پر چلتی تھی۔ تخت موروثی تھا۔ ستواہن راجاؤں کا ایک اہم انداز شاہی دورے کرتے ہوئے عوام سے ربط میں رہنا اور نظم ونسق کو بہتر بنانے کے لئے ان سے مشورے لینا تھا۔ راجہ کی مدد راجہ ماتیا کرتے تھے' وہ راجہ کے مشیروں کی انجمن تھی۔ مہاماترا (مذہبی امور کا نگران)' بھنڈا کاریکا (گوداموں کا مہتمم) مہاسیناپتی (فوج کا سپہ سالار) نبندھاکرا (سرکاری دستاویزات تحریر کرنے والا) لیکھکا (دستاویزات کی رجسٹری کرنے والا افسر) تھے جو حکومت کو خوش اسلوبی سے چلانے کے لئے راجہ کی مدد کرتے تھے۔

ستواہنہ سلطنت کو راشٹروں اور آہاروں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ راشٹروں پر شاہی خاندانوں کے شہزادے یا افسران مقرر تھے جو اماتیہ کہلاتے تھے دیگر ماتحت سردار تھے مہارتھی اور مہا بھوجا کہلاتے تھے۔ ان کو وسیع اختیارات حاصل تھے۔ ان کے عہدے موروثی تھے۔ وہ بادشاہ کی مرضی کے بغیر زمینات اور دیہات بطور عطیات دیتے تھے۔ راشٹروں کو آہاروں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ان کو اماتیاؤں کے زیر کنٹرول رکھا گیا تھا۔ ان کو راجہ کی مرضی کے بغیر اراضیات اور دیہات کے عطیات دینے کی اجازت نہیں تھی۔ دیہات' انتظامیہ کی چھوٹی اور بنیادی اکائی تھا۔ یہ گرامنی کے کنٹرول میں تھا۔ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ دیہاتوں اور شہروں کے معاملات کی یکسوئی میں قابل لحاظ خودمختاری دی گئی تھی۔ مرکزی وصوبائی نظم ونسق کے علاوہ کتبات کی شہادتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ستواہن سلطنت میں سوپارا' بھروچ' کنہیری' پائتھان' کوٹی لنگالہ جیسے شہر موجود تھے۔ ان شہروں کا نظم ونسق شہریوں کی انجمن 'نگم سبھا' کرتی تھی۔ یہ ایک ایسا فورم تھا جس کے ذریعے شہری اپنی شکایتوں اور احساسات کا اظہار کرتے تھے۔

اگرچہ کہ ستواہنہ طرز پدری تھا لیکن بعد کے ستواہنہ حکمراں مادری شجرے کی جانب اشارہ کرتے ہیں لیکن اس مادری شجرے کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ستواہنہ حکمراں موریائی حکمرانوں کی طرح دورے کرتے تھے۔ ان دوروں سے راجاؤں کو عوام کے مسائل سے واقفیت ہوتی تھی۔

2. ستواہنوں کے سماجی' معاشی حالات پر بحث کیجئے۔

جواب: ستواہن حکومت کی خوشحالی زراعت' صنعت اور تجارت پر مبنی تھی۔ دولت مند اور اشرافیہ طبقہ اراضیات' گائیں اور بعض اوقات ایک دیہات کی ساری زرعی زمین کو برہمنوں اور دیگر ضرورت مندوں کو عطیہ کے طور پر تقسیم کر دیتے تھے۔ راجہ کی ذاتی خانگی زمین ہوتی تھی جو راجا کھیتا (Rajakheta) کہلاتی تھی۔ ماتحت سرداروں کے پاس صوبہ جات میں جو زمین ہوتی تھی اس کو'گل ماکا' کہا جاتا تھا۔ زمیندار' زراعت کی ضرورت کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ ناسک کتبے سے اجرت پر کام کرنے والے مزدوروں ''اڈینترا کاس'' (Odayantrakas) یا پانی کی مشینوں کا پتہ چلتا ہے۔ ان کو کنوؤں اور تالابوں سے پانی نکالنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ بعض دفعہ بھینس اور گدھے بھی ہل جوتنے کے لئے استعمال کئے جاتے تھے۔ ریاست کی جانب سے زمین کا 1/6 حصہ مالگزاری کے طور پر وصول کیا جاتا تھا۔ یہ قدیم قانون بنانے والوں کی سفارشات کے مطابق تھا۔

صنعت اور تجارت ریاست کی معیشت میں اہم مقام رکھتی تھی۔ ناسک اور جونار کے کتبات سے مختلف قسم کے تاجروں اور صنعتی مزدوروں کا پتہ چلتا ہے۔ ان میں سے چند کلاریکا یا کمہار' اڈے یانتریکا یا ہائیڈرالک انجن بنانے والے' تلاپسیکاس یا تیل نکالنے والے دھنیکا' بنکر اور وساکارا یا بمبو کا کام کرنے والے ہیں۔ ہر پیشے کی ایک انجمن تھی جو شرینی کہلاتی تھی۔ ہر پیشے کے ارکان خود کو ایک منظم انجمن سے وابستہ رکھتے تھے۔ یہ انجمنیں بااثر ہوا کرتی تھیں۔ یہ گلڈ یا انجمنیں تجارت یا دستکاری کو کئی طریقوں سے فروغ دیتے تھے۔ وہ لوگوں کو بینکوں کی سہولتیں فراہم کرتے تھے۔ وہ نقد ڈپازٹ کے ساتھ ساتھ زمین کے کاغذات بھی قبول کرتے تھے۔ عطیہ دینے والوں کی خواہش کے مطابق سود یا آمدنی کو خرچ کیا جاتا تھا۔

ہالہ کی گتھا سپتا ستی اور امراوتی کی سنگ تراشی کے نمونے ستواہنا دور کی سماجی زندگی پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ستواہنہ دور کی سماجی ساخت ملی جلی تھی۔ سماجی تقسیم کی بنیاد معاشی اور موروثی ذات پات پر تھی۔ اس طرح سماج چار ذاتوں میں منقسم تھا۔ تاہم' پیشوں کی بنیاد پر یہ چار طبقات میں منقسم تھا۔ پہلے طبقے میں مرکزی' صوبائی اور اضلاع کے عہدیدار جیسے مہاسیناپتی' مہا بھوجا' مہارتھیکا وغیرہ تھے۔ دوسرے طبقے میں اماتیہ' مہاپتراس اور سرسیتھن (تاجر) شامل تھے۔ تیسرے طبقے میں اطباء (ڈاکٹرس)' پیشہ ور افراد' کسان' سنار وغیرہ شامل تھے۔ چوتھے طبقے میں نجار' جولاہے' لوہار وغیرہ تھے۔ وہ اپنے پیشوں کی وجہ سے مختلف ناموں سے پہچانے جاتے تھے جیسے ہالیکا (کاشتکار)' سیٹھی (تاجر)' گندھیکا (دواساز)' ودھاکی (نجار)' کولیکا (جولاہے)' تیلاپیاکا (تیل نکالنے والے) اور کمارا (فولادی کام کرنے والے)۔ ان طبقات کے علاوہ چار روایتی ذاتیں برہمن' کشتریا' ویشیا' اور شودر تھے۔ وہ اپنے پیشوں سے وابستہ تھے۔ تاہم یہ تقسیم ان کے لئے تھی جو آریائی طرز زندگی کو تسلیم کرتے تھے۔

سماج کی اکائی خاندان تھا۔ اس زمانے کی خاصیت مشترکہ خاندانی نظام تھی۔ خاندان میں مردوں کو خواتین پر فوقیت حاصل تھی۔ گھر کا بڑا مرد گروہا پتی کہلاتا تھا۔ اس طرح ستواہنوں کے دور میں سماج آریاؤں کے پدری نظام کی عکاسی کرتا تھا۔

3. گوتمی پترا ستکرنی کے بارے میں لکھئے۔

جواب: اس خاندان کا دوسرا شاندار حکمراں گوتمی پترا ستکرنی تھا۔ وہ 23 واں حکمراں تھا جو 62 عیسوی میں تخت نشین ہوا۔ ناسک اور کارلے کے عطیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ناہاپنا (Nahapana) کے جانشینوں سے مہاراشٹرا کے کھوئے ہوئے علاقے دوبارہ حاصل کرلیے۔ اس کی ماں گوتمی بالاسری کے جاری کردہ ناسک کے کتبے میں گوتمی پترا ستکرنی کے کارناموں کا پتہ چلتا ہے۔ اس کتبے میں گوتمی پترا کو ''راجاؤں کا راجا'' اور اسیکا' اسمکہ' ملاکہ' سوراشٹرا' سکورا' اپارنٹا' انوپا' ودربھا' اکارا اور اونتی کا حکمراں بتلایا گیا ہے۔ اس نے اپنے بیٹے گوتمی پترا ستکرنی کو ''شہرتا ومسانزاواسیسکا'' (نزمولکا) (شہرتا خاندان کو تباہ کرنے والا) کہا ہے۔ اس کو ورنا آسرما دھرما' کا محافظ اور علم و آگہی کا مخزن سمجھا گیا۔ اس کا رزمیہ سورماؤں جیسے رام' ارجن' بھیم' یایاتی وغیرہ سے تقابل کیا گیا۔ ستواہن حکمرانوں میں اس کو ایک ناقابل تسخیر فاتح اور ایک ایماندار منتظم تصور کیا گیا جس نے اپنی رعایا کو امن' ترقی اور خوشحالی فراہم کی۔ اس کے ان تمام کارناموں کی وجہ سے اس کو مختلف القاب جیسے ستواہنا کُلا یاسا پوتا پنا کرا' ایکا برہمنا' اگا مانلایا' کشتریا درپا منا اور تری سمدرا تویا پتاواہنا وغیرہ سے نوازا گیا۔ اس نے 'اشوامیدھا' اور 'راجاسویا' قربانیاں انجام دیں۔

کتبات کی شہادت کو غیر ملکی سیاحیوں جیسے ٹولمی کی تحریریں اور دریافت شدہ سکوں سے تقویت ملتی ہے۔ گوتمی پترا نے ساکا حکمرانوں کو تباہ کیا جس کی تصدیق جوگل تھمبی کے سکوں سے ہوتی ہے جن کو ساکا حکمران ناہاپنا نے جاری کیا تھا اس کو گوتمی پترا نے ساکاؤں اور پہلواؤں پر فتح حاصل کرتے ہوئے دوبارہ جاری کیا۔ اس کی وفات 86 عیسوی میں ہوئی اور اس کا بیٹا پلوماوی دوم اس کا جانشین بنا۔

4. ستواہن دور کے مذہبی حالات پر بحث کیجئے۔

جواب: ستواہن حکمرانوں کا عروج دکن میں برہمن مت' بدھ مت اور جین مت کے ارتقاء کے ساتھ ہم آہنگ ہوجاتا ہے۔ یہ مذہبی عقائد مقامی مسلکوں سے مفاہمت کرنے لگے اور مقبولیت حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔

ستواہنہ کے کتبات ان کو برہمن مت کے پیرو بتلاتے ہیں۔ برہمنوں کو خوش کرنے کے لئے بہت سی ویدک قربانیاں' نادرو نایاب سوغاتیں جیسے دیہات' موسیقی' سونے کے ظروف اور ہزاروں سکے عطا کئے جاتے تھے۔ برہمن مت میں تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں۔ مقامی مسلکوں کو قبول کیا جارہا تھا۔ مذہب کے نئے نظام میں پروشر تھا س میں ایقان' ذات پات کا نظام' نیک کام جیسے ورت' دانا اور تیرتھا اور اپنے خدا سے لو لگانا شامل تھا۔ گوتمی پترا ستکرنی نے نئے برہمن ازم کے ان پہلوؤں کی پیروی کی۔

اس دور میں جین مت تلنگانہ میں زیادہ پیشرفت نہیں کرسکا۔ لیکن بدھ مت نے تلنگانہ میں اپنے قدم جمالئے یہ ستواہنا حکمرانوں کی بدولت نہیں بلکہ گہاپتیوں کماراؤں اور ونیجاؤں اور ان کی خواتین کی تائید کی وجہ سے تھا۔ اس دور میں بدھ مت کے شاندار تاریخی مراکز تلنگانہ میں ناگر جنا کنڈہ' پھنی گری (ضلع نلگنڈہ)' کریم نگر ضلع میں کوٹی لنگالہ' دھولی کٹہ' پیدابنکور' کونڈہ پورم (میدک) تھے۔ مہایانا ازم کی بنیاد پر گنا پرمتا ادب وادی کرشنا کے وہاروں میں آچاریہ ناگر جنا نے 160 عیسوی میں تحریر کی۔

5. ستواہن فن اور فن تعمیر کی اہم خصوصیات کا جائزہ لیجئے۔

جواب: ستواہنوں نے دکنی ادب کی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز کیا۔ستواہنہ حکمرانوں کی بنائی ہوئی عمارتیں مغربی دکن اور تلنگانہ کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی ہیں۔یہ پھنی گری (نلگنڈہ)' نیلا کنڈہ پلی (کھمم)' کوٹی لنگالہ (کریم نگر)' دھولی کٹہ' پیدابنکور' کادمباپور' کنڈاپور (میدک)' ناگرجنا کنڈہ وغیرہ میں پائی گئیں۔ستواہنا دور کی عمارتیں دراصل بدھ مت کی یادگاریں ہیں وہ اسٹوپائیں' وہارائیں اور چیٹیائیں ہیں۔

اسٹوپائیں گنبد نما ساخت کی ہوتی ہیں جنہیں بدھ مت کے ماننے والے گوتم بدھ یا دیگر اہم استادوں کے باقیات پر تعمیر کرتے ہیں۔ چیٹیا یا چیٹیالیہ ایک بدھ مندر تھی اور عبادت کی شئے کے طور پر استوپا ہوتا تھا۔یہ بدھی راہبوں کے لئے مراقبہ کی جگہ ہوتی تھی۔وہارا وہ جگہ ہے جہاں بدھ مت کے راہب اور راہبائیں رہتی تھیں۔

تلنگانہ کے استوپائیں' سانچی کے استوپاؤں کے طرز پر تھے۔استوپا بلند اور دائروی بنیاد (میدھی)' ایک حفاظتی گنبد (انڈا) جو پہیئے کی شکل کی چوٹی سے جس پر ایک چھتری ہوتی ہے (ہارمیکا) پر مشتمل ہوتے ہیں۔اسٹوپاؤں میں سنگ مرمر کی چھت ہوتی ہے اور اس کے نقش ونگار ہوتے ہیں۔اس پر جاتا کا کی کہانیاں اور گوتم بدھ کی زندگی کے مختلف مناظر ہوتے ہیں۔

نہایت مختصر جوابی سوالات (2 نشانات)

1. سیموکا کے بارے میں لکھئے۔

جواب: ستواہنوں کی حکمرانی کا آغاز سیموکا کے عہد سے ہوتا ہے جو ستواہنہ سلطنت کا بانی تھا۔ اس نے آندھرا کی مختلف ریاستوں کو متحد کیا اور 271 ق م میں حکمراں بن گیا۔اس نے موریاؤں کے اقتدار کو تسلیم کیا۔ابتداء میں اس نے کریم نگر کے کوٹی لنگالہ کو اپنا پایہ تخت بنایا لیکن بعد میں پایہ تخت کو پرستھانہ پورا میں منتقل کیا۔

2. ناناگھاٹ کتبے کے بارے میں لکھئے۔

جواب: ستکرنی اول کے کارناموں کا علم ناگانیکا کے ناناگھاٹ کے کتبے سے ہوتا ہے۔ناگانیکا ستکرنی کی بیوی اور مہارتی ٹرانا کائرو کی بیٹی تھی۔ اس نے مغربی مالوہ کے علاقے کو فتح کیا جو موریاؤں کے زیر کنٹرول تھا اور نرمدا وادی میں ودربھا کے علاقہ کو فتح کیا اور ''سامراجیادھی پتی'' کا خطاب حاصل کیا۔شمالی ہند میں موریائی اقتدار کے زوال کے بعد اس نے کئی علاقے فتح کئے اور دکشنا پتھا پتی' سمراٹ وغیرہ جیسے خطاب حاصل کئے۔

3. یگنا سری ستکرنی کے بارے میں لکھئے۔

جواب: یگنہ سری نے اپنے باقی علاقوں سے حکومت کرنے کی کوشش کی۔اس کو ستواہناؤں کا آخری معلوم عظیم حکمراں سمجھا جاتا ہے۔اس کے کتبات اور سکوں میں اس کا حوالہ گوتمی پترا یگنہ سری ستکرنی کے نام سے ملتا ہے۔اس نے طاقتور فوج رکھی اور اس کا دور شاندار بحری

تجارت کا شاہد رہا۔ یگنہ سری ستکرنی بدھ مت کا زبردست حامی تھا۔اس نے بدھ مت کے مشہور عالم آچاریہ ناگرجنا کی سرپرستی کی۔ تبت اور چین کے مورخین کے مطابق اس نے اپنے استاد ناگرجنا کے احترام میں سری پروتا (ناگرجنا کنڈہ) کے مقام پر ایک مہاچیتیا (عظیم خانقاہ) تعمیر کی۔اس حکمراں کے شاندار دور کا خاتمہ 157 عیسوی میں ہوا۔

4. شاعر گنڈیا کے بارے میں لکھئے۔

جواب: گنڈیا نے مقامی پراکرت زبان میں ''بریہت کتھا'' لکھی۔وہ تلنگانہ کا پہلا شاعر تھا جس کا تعلق ضلع میدک سے تھا۔ یہ پہلا ادبی مجموعہ تھا جس میں ایک ہیرو نارواونہادتا کے مہمات کا ذکر ملتا ہے۔

5. آچاریہ ناگرجنا کے بارے میں لکھئے۔

جواب: یہ بدھ مت کا راہب تھا جن کو ہندوستان کا آئنسٹائن کہا جاتا ہے۔انہوں نے پرگناپرامیتا شاستر' مدھیکا میگا سوترا اور رتناولی وغیرہ لکھی۔

6. پیدا بنکور کے بارے میں لکھئے۔

جواب: آثار قدیمہ کی جانب سے پیدا بنکور کے مقام پر ہوئی کھدوائیوں سے اس علاقے میں ستواہن عہد کی تاریخ کی اہم معلومات ملتی ہیں۔ اس بات کے بھی شواہد ہیں کہ شاید کریم نگر ستواہن سلطنت کی سیاسی سرگرمیوں کا مرکز رہا ہوگا۔

7. ہالہ بارے میں لکھئے۔

جواب: ہالہ گتھا سپتاستی کا مصنف تھا۔ یہ تصنیف اور امراوتی سنگ تراشی کے نمونے ستواہنا دور کی سماجی زندگی پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اس دور کا سماج ملاجلا سماج تھا۔سماجی تقسیم کی بنیاد معاش اور موروثی ذات پات پر تھی اور سماج چار ذاتوں پر مشتمل تھا۔

8. ناسک کتبے کے بارے میں لکھئے۔

جواب: ناسک کتبے کو گوتمی بالاسری نے جاری کیا۔جس میں گوتمی پتر استکرنی کے کارناموں کی طویل فہرست ہے۔

3 یونٹ

مابعد ستواہنا سلطنتیں

مختصر جوابی سوالات (5 نشانات)

1. تلنگانہ میں ویملواڈا چالوکیہ کی خدمات پر ایک مختصر نوٹ لکھئے۔

جواب: موجودہ کریم نگر ضلع کے لیمولواڈا یا ویمولواڈا میں چالوکیہ سلسلہ سب سے پہلے آٹھوی صدی عیسوی کے پہلے نصف میں سیاسی اہمیت اختیار کر گیا۔اس خاندان کے ابتدائی لوگوں کے آثار کو ویمولواڈا یا لیمبولواڈا یا لیمبولواٹکا کے دور سے تلاش کیا جاسکتا ہے۔چالوکیہ ابتداء میں پلاکشن دوم کے ہاں ملازم تھے' جواس خاندان کے ابتدائی معلوم فردستیا سرایا راما راؤ وکر ما کی بہادری سے متاثر ہوا اور سپادا لکشا علاقہ (سپادا لکشا کے معنی وہ حکومت ہے جس کے دیہی علاقوں سے سوالاکھ روپیوں کی آمدنی ہوتی ہے) حاصل کیا جو موجودہ نظام آباد اور کریم نگر کا علاقہ ہے۔اور بودھن کو مرکز بنا کر انہوں نے حکومت کی۔راناوکراما کے جانشین پرتھو پتی اور راجادتیہ پرتھوکر مانے بادامی حکمرانوں کی تائید کی۔بادامی چالوکیہ کے زوال کے بعد ویملواڈا چالوکیہ نے راشٹر کٹا سے اشتراک کیا اور ان کے ماتحت حکمران بنتے ہوئے اپنے اقتدار کو نیم آزادانہ طور پر تقریباً دوصدیوں تک چلایا۔

2. مابعد شاتاواہانہ دور کے نظم ونسق کی خصوصیات کے بارے میں لکھئے۔

جواب: حکمران اپنی سلطنت کو راشٹر' وشئے اور دیہات میں تقسیم کیا کرتے تھے۔راشٹر کا سربراہ مہاسامنت یا مہا منڈلیشور ہوا کرتا تھا۔یہ جاگیردار رتبے کے ہوا کرتے تھے۔بادشاہ کے زیر انتظام راشٹر ہوا کرتا تھا جس کا سربراہ راشٹر پتی ہوا کرتا تھا۔وہ مملکت کا شہری وفوجی سربراہ ہوا کرتا تھا۔ضلعی عہدیدار وشیا پتی اور بھوگ پتی ہوا کرتے تھے۔جن کا تقرر راجا کیا کرتا تھا وشیا پتی راشٹر پتی کی نقل ہوا کرتا تھا جو ضلعی نظم ونسق دیکھا کرتا تھا۔بھوگ پتی ضلعی محکمہ مال کے عہدیداروں کے تعاون سے مالگزاری وصولی کے کام کرتا تھا۔شہر کے نظم و نسق کا سربراہ ناگر پتی کہلاتا تھا۔نظم ونسق کی سب سے چھوٹی اکائی گاؤں یا گرام ہوا کرتی تھی۔ہر گاؤں کا نظم ونسق دیہی اسمبلی کے ذریعے چلایا جاتا تھا جس کا سربراہ گرام پتی کہلاتا تھا۔دیہاتوں کے مالی ریکارڈ کی دیکھ بھال کرنم یا محاسب کے ذمہ تھی۔گاؤں میں امن اور قانون کی صورتحال کو تلاری کی مدد سے پٹیل دیکھا کرتے تھے۔جو پٹیل اور کرنم کو اراضی محاصل کی وصولی میں تعاون پیش کرتا تھا۔اس کے علاوہ دیہی عہدیداروں کی ذمہ داری تھی کہ وہ چوری کے ساز وسامان کی بازیافت کریں اور ان مالکین کے حوالے کریں جن کا سامان کھو جاتا تھا۔تاہم' دیہات کی زمین کی منتقلی کے وقت حتیٰ کہ راجہ کو بھی گرام سبھا کی اجازت لینی پڑتی تھی۔

الٹیکر کے بموجب اس دور میں حکمران چتر نگا فوجیں جیسے پیادہ فوج' گھڑ سوار' ہاتھی سوار' رتھ' تیر انداز وغیرہ رکھا کرتے تھے۔فوج میں پیادہ سپاہیوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوا کرتی تھی۔بادشاہوں کی نفری فوج سب سے زیادہ تھی۔اس کے علاوہ جاگیرداروں' درگا

پتی، سینانی اور گلڈ کی جانب سے سربراہ کردہ فوج بھی وقت ضرورت راجا کو فراہم کی جاتی تھی۔ ہر طبقے کے فوجی شامل رہا کرتے تھے۔ جنگ کے دوران مارے جانے والے فوجیوں کو حکومت کی جانب سے امداد اور وظیفہ دیا جاتا تھا۔ تاجر اپنے سفر کے دوران فوجی ضرورت کے ساز و سامان فروخت کیا کرتے تھے۔ مقامی امن وضبط کو برقرار رکھنے کے لیے پولیس کا عملہ ہوا کرتا تھا جسے ڈنڈا پوسیکلو کہا جاتا تھا۔

نہایت مختصر جوابی سوالات (2 نشانات)

1. تلنگانہ کے لئے وشنوکنڈن حکمرانوں کی خدمات کے متعلق لکھئے۔

جواب: وشنوکنڈ حکمرانوں نے دریائے کرشنا کے شمالی کنارے کے تمام تلگو علاقوں پر تقریباً دوسو سال حکمرانی کی۔ اپنے طویل دور اقتدار میں انہوں نے سابقہ ملی جلی ثقافت کی جگہ ہندومت پر مبنی ثقافت کو متعارف کروایا۔ اس سلطنت کا عظیم حکمران مادھواور مادوم تھا۔ ان حکمرانوں نے غاروں میں فن تعمیر کو فروغ دیا۔ جس کے طرز کو بعد میں پلوا، چالوکیہ اور راشٹراکٹا حکمرانوں نے نقل کیا۔

2. مودی گنڈا چالوکیہ حکمرانوں کے بارے میں لکھئے۔

جواب: مودی گنڈا چالوکیہ نے موجودہ تلنگانہ اضلاع کھمم اور ورنگل کے علاقوں مودی گنڈا اور کوروی میں حکومت کی۔ اس خاندان کی تاریخ کا اندازہ ہمیں کسمایدھا چہارم کی موگلی چیرو وگرنتھ، کسم آدتیہ کی کوکونورتختیوں سے ہوتا ہے۔ اس دور کے ہم عصر ویمولواڈا چالوکیہ، کاکتیہ اور ویریالا حکمرانوں کے کتبات سے بھی اس خاندان کے حالات کا پتہ چلتا ہے۔

مودی گنڈا چالوکیہ کا پایہ تخت مودی گنڈ ورو تھا جس کی وجہہ سے یہ مودی گنڈا چالوکیہ کہلائے۔ ان کی راجدھانی کی سرحدیں وینگی اور مالکھیڈ سے ملتی تھیں۔ تاہم اس سلطنت کا زیادہ تر علاقہ کھمم، ورنگل اور کرشنا اضلاع میں دریائے گوداوری کے جنگلاتی علاقے سے گھرا ہوا تھا۔ وینگی علاقے میں داخل ہونے کے تمام راستوں پر ان کا قبضہ تھا۔

3. کلیانی چالوکیاؤں کے بارے میں مختصر نوٹ لکھئے۔

جواب: کلیانی چالوکیہ مغربی چالوکیہ بھی کہلاتے ہیں۔ ان کا سلسلہ بادامی چالوکیہ سے ملتا ہے۔ بادامی چالوکیہ کے زوال کے بعد اس خاندان کے آثار تقریباً دوصدیوں تک پوشیدہ رہے۔ انہوں نے راشٹرکٹاؤں کے وفاداروں کے طور پر خدمات انجام دیں۔ اس خاندان کا ابتدائی رکن تائلا پا اول راشٹرکٹا کرشنا دوم کا جاگیردار تھا۔ اس کا بیٹا وکرم آدتیہ چہارم اس کا جانشین بنا۔ ان دو ابتدائی حکمرانوں نے چیڈی اور راشٹرکٹا خاندانوں سے شادی کے مراسم بڑھاتے ہوئے اپنے موقف کو مستحکم کیا۔

4. مادھواور مادوم کے بارے میں لکھئے۔

جواب: مادھواور مادوم وشنوکنڈن سلطنت کا عظیم حکمران تھا۔ اس نے اشوامیدھا، اگنی استوما، ہرنیا گربھایا گا رسومات انجام دیئے۔ اپنی فتوحات کی یادگار کے طور پر اس نے مفتوحہ مقامات پر شیولنگ تعمیر کروائے۔

5. کندوروچوڑاؤں کی خدمات کے بارے میں لکھئے۔

جواب: کندوروچوڑاؤں نے نلگنڈہ، محبوب نگر، کھمم اضلاع پر حکمرانی کی۔ ان کے پایہ تخت شہروں میں پانا گلو اور کولانوپا کا شامل ہیں۔ دیگر شہروں میں کندرو، وردھامانا پورم شامل ہیں۔

4 یونٹ

کاکتیہ عہد

طویل جوابی سوالات (10 نشانات)

1. کاکتیہ گنپتی دیوا کی عظمت کو بیان کیجئے۔

جواب: **گنپتی دیوا (1199ء-1262ء)**

نپتی دیوا کاکتیہ خاندان کا عظیم حکمراں تھا۔ گنپتی دیوا کے دورِحکومت میں کاکتیہ خاندان کی شان وشوکت تمام تر بلندیوں تک پہنچ چکی تھی۔ اس نے اپنے باپ مہادیوا کے ساتھ یادوحکمراں جیئے ترپلا کے خلاف جنگ میں شریک ہوا اور اسے قیدی بنالیا گیا۔ پالم پیٹ کتبہ (رامپامندر) اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ کاکتیہ سلطنت کے خلاف کئی جاگیرداروں نے علم بغاوت بلند کیا تھا۔ کاکتیاؤں کا وفادار فوجی سپہ سالار ریچرلہ ردرا نے ان تمام بغاوتوں کو کچل ڈالا اور ''کاکتیہ راجیا ستھا پنچاریا'' (کاکتیہ سلطنت کا بانی) کا لقب اختیار کیا۔ یادوحکمراں نے گنپتی دیوا کو دیوگیری میں گیارہ مہینوں کی قید کے بعد رہا کر دیا۔

ویلاناڈو کی فتح :

1. مرکز میں اپنے موقف کو مستحکم کرنے کے بعد گنپتی دیوا نے ساحلی آندھرا کی طرف اپنی مہم روانہ کی۔ ایّا خاندان نیاچوڈا جو ویلاناڈو کے حکمراں پرتھوی سارا کا ماتحت تھا' کے خلاف جزیرہ ''دی وی سیما'' کے لئے ایک فوجی مہم روانہ کی اس کے فوجی عہدیدار ملیلا ہوناڈا اور کٹانے فوج کی قیادت کی۔ کاکتیہ فوج نے جزیرہ کے قلعے پر قبضہ کرلیا اور پناچوڈا کو شکست دی۔ پناچوڈا نے گنپتی دیوا سے صلح کی پیشکش کی اور اپنی دولڑکیوں نرمبا اور پیرمبا کی شادی گنپتی دیوا سے کروادی۔ گنپتی دیوا نے دی وی علاقے کا الحاق نہیں کیا بلکہ پناچوڈا کو حکومت کرنے کی اجازت دے دی اور پناچوڈا کے بیٹے جیاپا کو اپنے صدر مقام کو بلا کر ہاتھیوں کی فوج کا سربراہ (گجاسہانی) مقرر کیا۔
2. گنپتی دیوا نے اپنے جنرل ملیلا کاٹا کو ولاناڈو حکمراں پرتھوی سارا کے خلاف کاکتیہ فوج کی قیادت سونپی اور روانہ کیا۔ وہ دی وی پر قبضہ کرنے کی کوشش میں میدان جنگ میں وہ مارا گیا۔ بعد میں ویلاناڈو کا الحاق کاکتیہ حکومت میں کرلیا گیا۔
3. گنپتی دیوا کے جنرل میلا ہمادری ریڈی کے دراکشارامم کتبے کے مطابق کاکتیہ فوج نے کولانو کے سردار پر حملہ کرکے وینگی کے علاقے پر قبضہ کرلیا۔ گنپتی دیوا نے جنوبی کلنگا کو گنگا حکمراں سے حاصل کیا اور مغربی اور شمالی تلنگانہ کو یادوحکمراں سے حاصل کرلیا۔
4. نیلور کے تلگوچوڈرا حکمران منوماسدی اول کا تختہ اس کے سوتیلے بھائیوں نلاسدی اور تموسدی نے الٹ دیا۔ گنپتی دیونے نیلور کے خلاف فوج کشی کرتے ہوئے چولا' سیوانا اس اور کرناٹاس کی مشترکہ فوجوں کو شکست دی۔ اور نیلور کے تخت پر منوماسدی کے بیٹے تکا بھوپتی کو بٹھادیا۔ اس کے عوض میں تکا بھوپتی مرجاوڑی (ضلع کڈپہ) کے علاقے سے کاکتیاؤں کے حق میں دستبردار ہوگیا۔ گنپتی دیوا نے اس علاقے پر کایستھ گنگایا ساہنی کو اپنا گورنر مقرر کیا۔

5. 1248ء میں منما سدی ورم (ویرا گنڈا گوپالا) اپنے باپ تکا بھوپتی کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوا۔لیکن اس کے سوتیلے بھائی وجیگنڈہ گوپالا نے چولاؤں اور یادواؤں کی مدد سے اس کو تخت سے بے دخل کردیا۔لہٰذا منما سدی دوم نے اپنے درباری شاعر تکنا سومایاجی کے ذریعہ گنپتی دیوا سے مدد کی درخواست کی۔گنپتی دیوا نے سامنتا بھوجا کی قیادت میں ایک فوج روانہ کی' جس نے نیلور پر قبضہ کرلیا۔

6. اس کے بعد کاکتیہ فوج کانچی کے لئے روانہ ہوگئی اور وہاں پر چولاؤں کو شکست سے دوچار کردیا۔منما سدی دوم کو نیلور کے تخت پر بٹھادیا گیا۔کاکتیاؤں کی نیلور میں مداخلت مدورائی کے پانڈیوں سے تصادم کا باعث بنی۔جٹاورنا مندارا پانڈیا نے پہلے کانچی کے وجیا گنڈہ گوپالہ اور پھر کڈاوا کے چیف کوپرجنگا کے خلاف پیش قدمی کی۔دونوں نے پانڈیاؤں کے آگے ہتھیار ڈال دیے اور نیلور اور کاکتیاؤں کے خلاف پانڈیائی فوج میں شامل ہوگئے۔ پانڈیائی فوج نے نیلور پر قبضہ کرتے ہوئے منماسدی دوم کو ہلاک کرڈالا۔منماسدی دوم کی مدد کو آئی ہوئی کاکتیاؤں کی فوج بھی 1262ء میں متوکور کی جنگ میں شکست کھاگئی۔جٹاورمن سندرا پانڈیا نے اپنی کامیابی کا جشن ویرا بھیشیکا منایا۔گنپتی دیوا نے رودرمبا کو اپنا جانشین بناتے ہوئے مکمل طور پر سیاست سے سبکدوش ہوگیا۔ اگرچہ کہ وہ 1269ء تک زندہ رہا۔

7. گنپتی دیوا نے اپنے ہم عصر سربراہوں کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلقات استوار کئے۔اس نے اپنی پہلی لڑکی رودرامبا کی شادی چالوکیہ سردار نداداولو کے ویر بھدرا سے کی۔اور اس نے اپنی دوسری لڑکی گناپامبا کی شادی کوٹہ سردار دھنیا کٹکا کے بیٹا سے کردی۔ ورنگل کے قلعہ کی بنیاد رودرا دیو نے ڈالی تھی۔جس کی تعمیر گنپتی دیوا نے ایک کے اندر ایک دو قلعوں مٹی اور پتھر کے ساتھ مکمل کی۔اس نے اپنی راجدھانی کو ہنما کنڈہ سے ورنگل کو منتقل کیا۔

8. سنسکرت میں اسے ''ایکا شیلانگرا'' اور تلگو میں اسے اوٹی کنڈہ کہا جاتا تھا۔شاعر ودیاناتھ نے اپنی تصنیف ''پرتاب رودرا یشو بھوشنم'' میں اس کا ذکر'' آندھرانگر'' کے طور پر کیا۔گنپتی دیوا نے موٹوپلی منشور کو جاری کرتے ہوئے غیر ملکی تاجروں کی حفاظت کی پیش کش کی اور یہ کہا کہ عہدیداران کو ہراساں نہیں کریں گے۔گنپتی دیوا نے زراعت اور آبپاشی کی ترقی پر خصوصی توجہ دی۔پالم پیٹ' لکناورم' گھن پور' بیارم اور دھرماساگر جیسے تالاب گنپتی دیوا کے دور حکمرانی میں ہی تعمیر کئے گئے۔

2. **کاکتیاؤں کے انتظام سلطنت کے بارے میں لکھئے۔**

جواب: ***نظم ونسق:*** کاکتیہ عہد میں طرز حکمرانی بادشاہت تھی۔یہ موروثی بادشاہت تھی۔بادشاہ سلطنت کا مقتدر اعلیٰ ہوتا تھا اور تمام اختیارات اسی کے ہاتھوں مرکوز تھے۔لیکن وہ مطلق العنان نہیں تھا۔کاکتیہ دور حکومت غیر مرکوزیت پر مبنی تھا۔

بادشاہ دھرم شاستروں کے قوانین' قبول شدہ رسم ورواج اور طرز عمل کا پابند تھا۔راجہ اپنے فرائض وزیروں اور دیگر عہدیداروں کی مدد سے انجام دیتے تھے۔وہ مہاپردھان' منتری' امتیا' پریگڈا اور پردھان جیسے مختلف ناموں سے جانے جاتے تھے۔نظم ونسق کو 72 نیوگا یا شاخوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ایک عہدیدار ''بھترانی یوگادھی پتی'' 72 محکموں کی نگرانی کرتا تھا۔اعلیٰ عہدوں پر برہمن طبقے کے لوگ فائز تھے لیکن دوسری ذاتوں جیسے کائستھ' ریڈی' اور پدمانائک وغیرہ کا بھی تقرر کیا گیا تھا۔اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نظم ونسق میں مختلف عہدوں پر تقررات قابلیت کی بنیاد پر ہوتے تھے۔

کاکتیاؤں نے مملکت کو انتظامی سہولت کی خاطر ''ناڈوس''، ستھالا اور گراماس میں تقسیم کیا تھا۔کاماناڈو' پاکاناڈو' سبی ناڈو' وینگی ناڈو' ویلا ناڈو وغیرہ دوسرے اہم ناڈوس تھے۔ستھالا 20 گاؤں کی ایک اکائی ہوتی تھی۔گاؤں کا انتظام گاؤں کے بارہ خدمت گار کرتے تھے جس کو آیا گارس کہا جاتا تھا۔وہ ریڈی' تلاری' کرنم' پروہت وغیرہ تھے۔ان تمام آیا گارس کو کچھ میراثی زمین (موروثی زمین) خدمات کے عوض بطور

عطیہ دی جاتی تھی اور یہ زمینات محصولات سے مستثنیٰ تھیں۔اس کے علاوہ وہ لوگ بطور میراث کاشتکاروں سے اناج وصول کرتے تھے۔

فوجی تنظیم: پرتاپ چرترا کے مطابق کاکتیاؤں نے ہاتھیوں' گھڑ سوار اور پیدل فوجیوں پر مشتمل ایک بھاری فوج رکھی تھی۔ان عہدیداروں کو علی الترتیب گجاساہنی' اشواساہنی اور سینادھپتی کہا جاتا تھا۔وہ فوج کے تین اہم عضو کہلاتے تھے۔مارکو پولو کے مطابق بادشاہوں کی حفاظت کے لئے شخصی محافظوں کا ایک دستہ بھی ہوتا تھا جو بادشاہ کے لئے اپنی جان قربان کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا تھا۔کاکتیا حکمرانوں نے مختلف مقامات پر قلعے تعمیر کیے۔کاکتیاؤں کا سب سے اہم قلعہ ان کے صدر مقام ورنگل کا قلعہ ہے۔

نائینکارانظام: نائیکارانظام' کاکتیہ فوج کی اہم خصوصیت تھا۔وہ مختلف ذاتوں جیسے برہمن' ریڈی' ویلما' کما اور کائستھ سے تعلق رکھتے تھے۔وہ بادشاہ کے وفادار ہوتے تھے۔نائیکارا عہدیداروں کو تنخواہوں کے بجائے گاؤں کی مقررہ تعداد دی جاتی تھی۔وہ اپنے علاقوں سے محصولات وصول کرتے ہوئے کچھ حصہ اپنے کے لئے مختص کر لیتے تھے تاکہ گھڑ سوار' ہاتھی سوار اور پیدل فوجی دستوں کا انصرام ہوسکے۔انہیں فوج کی فراہمی کے علاوہ باقاعدہ سالانہ خراج ادا کرنا پڑتا تھا۔کاکتیہ فوج میں 72 نائیکارا (بھترا ناٹکا) تھے۔ان میں سے ہر نائک ایک قلعے کا انچارج ہوتا تھا اور وہ براہ راست مملکت کے زیر کنٹرول تھا۔

عدالتی نظم ونسق: عدالتی نظم ونسق انصاف اور مساوات پر مبنی تھا۔مارکو پولو کہتا ہے کہ بادشاہ مجرموں کے ساتھ سختی کے ساتھ پیش آتے تھے۔عدالتی نظم ونسق میں بادشاہ کی مدد کے لئے ''پردویواکاس'' نامی عہدیدار ہوا کرتا تھا۔عدالت کو ''دھرماستھانا'' یا ''دھرماسانا'' کہا جاتا تھا۔گاؤں کی سطح پر ریڈی منصف کے فرائض انجام دیتے تھے۔گاؤں کی سبھا قابل قبول انصاف کی عدالت ہوا کرتی تھی۔زبان' جسمانی اعضاء' ناک وغیرہ کاٹ دینا اور پیٹ پیٹ کر ہلاک کر دینا جیسی سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔گاؤں سے متعلق تنازعات جیسے سرحدیں' چراگاہیں' آبپاشی کے تالاب' چشمے' جائیداد' قرضے وغیرہ کی یکسوئی گاؤں کی سطح پر ہی کی جاتی تھی۔ثبوتوں کو اکٹھا کرنے کے لئے بادشاہ اپنے نمائندوں کو جائے واردات پر روانہ کرتے اگر یہ ثبوت صاف اور صریح ہوں تب تعینات کردہ عہدیدار بادشاہ کی مہر کے ساتھ فیصلہ سناتے۔

مالگزاری نظام: زمین کی مالگزاری مملکت کی آمدنی کا اہم ذریعہ تھی۔زمین کی از سر نو پیمائش کروائی گئی۔قابل کاشت زمین کو دو زمروں یعنی خشکی اور تری میں تقسیم کیا گیا تھا۔زمین کا محصول پنگا (جنس) اور پنو (نقد) دونوں شکلوں میں بھی وصول کیا جاتا تھا۔کتبات میں اس کا ذکر ''سدائم'' کے طور پر کیا گیا۔زمین کی زرخیزی کے مطابق محصولات عائد کئے گئے جو کل پیداوار کا 1/6 حصے سے 1/2 واں حصہ تک ہوتا تھا۔جنگلات سے وصول ہونے والے محصول کو پلاری کہا جاتا تھا۔کاکتیاؤں اور ان کے ماتحتوں نے بڑے پیمانے پر برہمنوں اور مندروں کو اراضیات کا عطیہ دیا۔

مختصر جوابی سوالات (5 نشانات)

1. **رودرادیوا کی عظمت بیان کیجئے۔**

جواب: پرولا دوم کے بعد اس کا بڑا لڑکا رودرادیوا تخت نشین ہوا۔وہ ایک عظیم جنگجو تھا۔اس نے ''دیا گجا کیسری'' کا لقب اختیار کیا۔اسی لقب کے ساتھ اس نے سکے جاری کئے۔وہ پہلا کاکتیہ حکمراں تھا جس نے کلیانی چالوکیہ سے اپنی خودمختاری کا اعلان کیا۔اس کی فتوحات انوماکنڈہ کے کتبے جو 1163ء میں جاری کئے گئے تھے' بیان کئے گئے۔جس کو شاعر اچینتیند رانے لکھا۔اس نے اپنے پڑوسی شہزادوں جیسے ناگونور (ضلع کریم نگر) کے ڈوماراجو' پولاواسنا (ضلع جگتیال) کے میداراجو اور کالاچوری سلطنت کے میلاگیدوا کو شکست سے دوچار کیا۔رودرادیوا نے اپنے قابل جنرل اور وزیر ویلا کی گنگادھر کو ناگانور علاقے کو مرکز بناتے ہوئے سبّی ناڈو علاقے کا گورنر مقرر کیا۔جنوب میں اس نے تلگو چوڈا راجاؤں بھیما' گوکرنا چوڑ وایا اور چالوکیہ تلیا سوم کو شکست دی۔اس کے جنرل ایونگلو برہمی ریڈی

نے ویلا ناڈو چولا حکمراں (وینگی) گونکارا راجو سوم کے خلاف فوج کی قیادت کی اور دراکشارامم تک قبضہ کرلیا۔ رودرا دیوا نے وردھمان پور چولا حکمران کو بھی شکست دی۔ اس نے پالا ناڈو کی لڑائی (1182ء۔1176ء) میں نالا کمارا جو کی مدد کی جو ہائی حیہ (Hai haya) سلطنت میں خانہ جنگی تھی۔ اور علاوہ دھرنی کوٹہ اور کنوڈا پاڈمائی سیما کا الحاق کرلیا۔ رودرا دیوا نے اپنی سلطنت مشرق میں خلیج بنگال سے مغرب میں کلیانی تک، شمال میں اڑیسہ سے جنوب میں سری سیلم تک پھیلا دیا۔ یادو حکمراں جئے ترپلا (جئے تو گی) نے 1195ء میں کاکتیہ سلطنت پر حملہ کیا۔ حملہ آوروں سے دفاع کرتے ہوئے رودرا دیوا مارا گیا۔

رودرا دیوا نے علم وادب اور فنون لطیفہ کی سرپرستی کی۔ اس نے سنسکرت میں ''نیتی سارا'' نامی کتاب لکھی۔ اس نے ہنمکنڈہ میں مشہور رُدریشورا مندر تعمیر کروائی جو ہزار ستون والا مندر کے نام سے مشہور ہے۔ کولانی گنپتی دیوا کی تصنیف ''سیوا یوگا سارا'' کے مطابق اس نے ایک نئے دارالحکومت ورنگل کی بنیاد رکھی۔ رودرا دیوا نے پانگل میں ''رودراسمدرم'' کی تعمیر کی۔

2. رودراما دیوی کی عظمت پر بحث کیجئے۔

جواب: گنپتی دیوا کے بعد اس کی بڑی بیٹی رودرمبا تخت نشین ہوئی ''رودرما دیوا مہاراجہ'' کا لقب اختیار کیا۔ کاکتیہ خاندان کی وہ ایک عظیم حکمراں گزری ہیں۔ وینس کے سیاح مارکو پولو نے اس کی حرکیاتی اور دانشمندانہ انتظام سلطنت کی بھرپور تعریف کی۔ وہ شہزادوں کی طرح لباس زیب تن کرتی ہے اور اس کے علاوہ اس نے گھڑسواری، تیراندازی، تلوار بازی اور فوجی سائنس میں زبردست مہارت حاصل کی جو ایک حکمراں کے لئے بے حد ضروری ہوتی ہے۔

ایکمبر ناتھ کی ''پرتاپ چرترا'' کے مطابق اس کے دور حکمرانی میں دو اہم واقعات رونما ہوئے۔ پہلا واقعہ اس کی تخت نشینی کے فوری بعد اس کے دو سوتیلے بھائی ہری ہرا اور مراری دیو کی بغاوت تھی۔ انہوں نے اس وقت پایہ تخت ورنگل قلعہ کا محاصرہ کرلیا جب رودرمبا اپنے پایہ تخت سے دور تھی لیکن اس نے اپنی مہارت اور دوراندیشی سے انہیں پایہ تخت واپس دینے پر آمادہ کیا۔ پھر بعد میں دونوں کا سرقلم کردیا۔

دوسرا اہم واقعہ دیوگری کے یادو مہادیوا کا حملہ تھا۔ یادو مہادیوا نے کاکتیہ سلطنت پر حملہ کرکے پایہ تخت کا محاصرہ کرلیا۔ رودرمبا نے پندرہ دنوں تک دفاع کیا۔ اور نہ صرف انہیں پیچھے دھکیل دیا بلکہ انہیں پسپا کردیا۔ کاکتیہ فوج نے یادو فوج کا پیچھا کیا اور بیدر کے قلعے پر قبضہ کرلیا۔ مہادیوا نے صلح کی درخواست کی اور ایک بھاری رقم اور گھوڑے بطور تاوان جنگ ادا کرنے پر رضامند ہوا۔ اس نے ایک قابل باپ کی قابل بیٹی ہونے کا ثبوت دیا اور اپنے باپ ''رایا گجا کیساسی'' کا لقب اختیار کیا۔ اسکے جنرلس جیسے گونا گنا ریڈی، ریچرلہ پرسادتیہ، کائست جنگا دیوا، اندلوری اینا، ویرالا ایلاسوری نے ان کامیابیوں میں اہم کردار ادا کیا۔

3. کاکتیاؤں کے فن اور فن تعمیر پر مختصر نوٹ لکھے۔

جواب: کاکتیہ حکمراں فن اور فن تعمیر کے عظیم سرپرست تھے۔ انہوں نے کئی قلعے، مندر اور آب پاشی کے لئے تالابوں کی تعمیر کی۔ کاکتیاؤں کی تعمیرات میں سب سے اہم دارالحکومت ورنگل کا قلعہ ہے۔ اس کے دو دیواریں ہیں۔ اندرونی دیوار کو ایک پتھر جب کہ بیرونی دیوار کو مٹی سے بنایا گیا ہے۔ اندرونی پتھر کے قلعے میں 45 برج ہیں جو کاکتیاؤں کے دفاعی فن تعمیر کے جوہر کو ظاہر کرتا ہے۔ کاکتیاؤں نے مغربی چالوکیاؤں کی وسارا فن تعمیر کے انداز کو اپنایا۔ ان میں علاقائی نوعیت کے کچھ امتیازی خصوصیات بھی پائی جاتی ہیں۔ کاکتیاؤں کی طرز تعمیر کی اہم خصوصیات میں اونچے پلیٹ فرام، کیرتی تورانا، اعلیٰ درجہ کے شکھاراس (ویمانا)، منڈپ، انتہائی سجایا ہوا ستون، منڈپوں کے اطراف چھوٹی دیواریں وغیرہ شامل ہیں۔

کاکتیاؤں نے مقامی طور پر دستیاب کالے گرانائیٹ کے پتھر کو ستونوں، دروازوں، چوکھٹوں، سجایا ہوا لال پتھر کو مندر کے بنیادی ڈھانچوں میں استعمال کیا۔

4. ورنگل پر سلاطین دہلی کے حملوں کے بارے میں لکھئے۔

جواب: پرتاب ردرا کے دور حکمرانی میں 1303ء سے 1323ء تک دہلی سلطانوں نے ورنگل پر کئے حملے کئے۔ سب سے پہلا حملہ 1303ء میں علاء الدین خلجی کے سپہ سالار ملک فخر الدین جونا اور چھجو کی قیادت میں تیلنگانہ (تلنگانہ) پر کیا گیا لیکن اپراپلی (موجودہ ضلع ورنگل) کے مقام پر پرتاب ردرا کی فوج نے حملہ آوروں کو زبردست شکست دی۔ 1309ء میں علاء الدین نے دوسری مہم ملک کافور کی قیادت میں روانہ کی۔ معاصر مورخ امیر خسرو کے مطابق سلطان کی فوج نے ورنگل قلعے کا محاصرہ کیا اور پرتاب ردرا نے ہتھیار ڈال دئے۔ پرتاب ردرا نے بھاری رقم، گھوڑے، ہاتھی کی فراہمی کے ساتھ سالانہ خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ امیر خسرو بیان کرتے ہیں کہ پرتاب ردرا نے ایک قیمتی ہیرا جو پوری دنیا میں لاثانی تھا، عطا کیا۔ یہ ممکنہ طور پر کوہ نور ہیرا ہی تھا۔ ملک کافور ایک ہزار اونٹوں کے ساتھ معہ سامان واپس سفر پر روانہ ہوا۔ علاء الدین خلجی کے لڑکے قطب الدین مبارک شاہ نے سپہ سالار خسرو خان کی قیادت میں ورنگل کو اپنی فوج روانہ کی۔ پرتاب ردرا نے بغیر کسی مزاحمت کے سالانہ خراج اور تمام بقایاجات ادا کرنے پر راضی ہوگیا۔

غیاث الدین تغلق 1320ء میں دہلی کا سلطان بنا۔ اس نے اپنے بیٹے الغ خان جو جونا خان کے نام سے جانا جاتا ہے، کی قیادت میں ایک فوجی مہم تلنگانہ کے لئے روانہ کی۔ عسامی کے مطابق ورنگل پر پہلے حملہ کو ناکام بنا دیا گیا اور دہلی فوج کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ اپنے باپ کی موت کی افواہ پھیلنے کے بعد یہ واپس ہوگیا۔ 1323ء میں الغ خاں نے پھر ایک بار ورنگل پر حملہ کیا۔ پرتاب ردرا نے بہادری سے مقابلہ کیا لیکن اسے شکست ہوگئی۔ برنی کا مزید کہنا ہے کہ پرتاب ردرا نے ہتھیار ڈال دئے اور اسے قیدی بنا کر دہلی بھیج دیا گیا۔ ورنگل کا نام بدل کر سلطان پور کر دیا گیا اور تمام تیلنگ (تلنگانہ) کو فتح کر لیا گیا۔ پرتاب ردرا کی شکست اور موت کے بعد کاکتیہ سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔

نہایت مختصر جوابی سوالات (2 نشانات)

1. چندوبٹلہ کتبے کے بارے میں لکھئے۔

جواب: چندوپاٹلا گاؤں (27 نومبر 1289ء یادادری ضلع) دستیاب شدہ کتبہ سے ثبوت ملتا ہے کہ مقامی دیوتا سومانا دھادیوا کو ردرمادیوی کا ایک سپاہی پولڈا مماڑی اور کاکتی ردرمادیوی اور اس کا جنرل ملکارجن نائیک جو اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے چند تحفے پیش کرتے ہوئے بتلایا گیا۔ اس کتبے میں ان کی موت کی وجوہات اور مقام کا ذکر نہیں کیا گیا۔ تریپورن ٹیک کتبے (پرکاشم ضلع) میں کائستہ امبادیوا کی پانڈیوں، یادوؤں اور دوسرے جاگیرداروں پر فتوحات کی تفصیلات موجود ہیں لیکن ردرمادیوی کی شکست کا ذکر نہیں ہے۔ مختلف حالات اور ثبوتوں کے پیش نظر پی وی شاستری اور دیگر مورخین کے خیال میں ردرمادیوی ایک جنگ میں امبادیوا کے ہاتھوں ہلاک ہوگئی۔

2. مارکو پولو کے بارے میں لکھئے۔

جواب: مارکو پولو وینس کا سیاح تھا۔ اس نے اپنے سفرنامے میں ردرمادیوی کی حرکیاتی اور دانشمندانہ انتظام سلطنت کی بھرپور تعریف کی ہے۔ اس کے مطابق ردرمادیوی شہزادوں کی طرح لباس زیب تن کرتی ہے اور اس کے علاوہ گھرسواری، تیراندازی، تلوار بازی اور فوجی سائنس میں مہارت رکھتی تھی۔

3. نائنکار نظام کے بارے میں لکھئے۔

جواب: نایَنکارا نظام' کاکتیہ فوج کی اہم خصوصیت تھا۔ وہ مختلف ذاتوں جیسے برہمن' ریڈی' ویلما' کما اور کائستھ سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ بادشاہ کے وفادار ہوتے تھے۔ نایَنکارا عہدیداروں کو تنخواہوں کے بجائے گاؤں کی مقررہ تعداد دی جاتی تھی۔ وہ اپنے علاقوں سے محصولات وصول کرتے ہوئے کچھ حصہ اپنے کے لئے مختص کر لیتے تھے تاکہ گھڑ سوار' ہاتھی سوار اور پیدل فوجی دستوں کا انصرام ہو سکے۔ انہیں فوج کی فراہمی کے علاوہ باقاعدہ سالانہ خراج ادا کرنا پڑتا تھا۔ کاکتیہ فوج میں 72 نایَنکارا (بھترا ناٹکا) تھے۔ ان میں سے ہر نائک ایک قلعے کا انچارج ہوتا تھا اور وہ براہ راست مملکت کے زیر کنٹرول تھا۔

4. رمپا مندر کے بارے میں لکھئے۔

جواب: راما لنگیشورا مندر جو ''رامپا مندر'' کے نام سے مشہور ہے کاکتیہ فن تعمیر کی عمدہ مثال ہے۔ اس کو 1213ء میں گنپتی دیوا کے جنرل ریچرلہ ردرا نے پالم پیٹ میں تعمیر کروایا۔ یہ ایک ایکا کوٹہ (خانقاہ) مندر ہے جو لارڈ شیوا کو وقف کر دیا گیا ہے۔ اس مندر کو چھ فٹ اونچے تارہ نما شکل کے چبوترے پر بنایا گیا ہے۔ ستونوں پر 32 مجسمے اور 12 عظیم مدانیکاس یا ناگن (رقاص) کے مختلف نمونے موجود ہیں۔

5. کاکتیاؤں کے آب پاشی نظام کے بارے میں لکھئے۔

جواب: کاکتیہ دور کے آبپاشی نظام میں قابل ذکر چاوندا سمدرم (ملیالا چوندا کا تعمیر کردہ)' ناما سمدرم (نامی ریڈی کا تعمیر کردہ) کیسری سمدام (پرولا اول کا تعمیر کردہ)' ردرا سمدرم (ردا دیوا کا تعمیر کردہ)' پاکال تالہ (جگد الہ مماڈی)' لکھناورم اور گھن پور تالاب (گنپتی دیوا کا تعمیر کردہ)' بیارم اور دھرما سرگر (میلامبا کا تعمیر کردہ) وغیرہ اہم ہیں۔ ان تالاب ذریعہ کاکتیہ سلطنت کی زراعت سرسبز و شاداب ہوگئی۔

6. ویرا شیوا تحریک کے بارے میں لکھے۔

جواب: جنوبی ہند کی معروف مذہبی تحریکات میں ویرا شیوا تحریک ایک اہم تحریک تھی۔ یہ لنگاتیوں یا ویرا شیواؤں کی تحریک تھی۔ اس کا بانی بسوا تھا جس کا تعلق 12 ویں صدی عیسوی سے تھا۔ اس تحریک کے ماننے والوں نے ذات پات کے نظام کی مخالفت کی اور برہمنوں کی بالادستی پر سوال اٹھائے۔

7. ورنگل قلعہ کے بارے میں لکھئے۔

جواب: ورنگل قلعہ ضلع ورنگل میں واقع ہے۔ یہ کاکتیہ سلطنت اور مسونوری نائیکوں کا صدر مقام تھا۔ اس کے چار باب الداخلے ہیں جو کاکتیہ کلاتھورنم کہلاتے ہیں۔ یہ 12 ویں صدی عیسوی سے وجود رکھتا ہے۔ اس کو پرتاب ردادوم نے تعمیر کروایا جو پتھر اور کیچڑ سے بنا ہوا ہے۔

8. ملک کافور کے بارے میں لکھئے۔

جواب: ملک کافور دہلی سلطنت کے حکمران علاء الدین خلجی کا ایک وفادار فوجی جنرل تھا 1309ء میں علاء الدین خلجی نے ورنگل کے قلعہ کو فتح کرنے کے لئے ملک کافور کی قیادت میں فوج روانہ کی۔ معاصر مورخ امیر خسرو کے مطابق اس فوج نے ورنگل قلعے کا محاصرہ کیا اور پرتاب ردرا نے ہتھیار ڈال دیئے اور بھاری رقم' گھوڑے' ہاتھی کی فراہمی کے ساتھ سالانہ خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا۔

9. متوکور کی لڑائی کے بارے میں لکھئے۔

جواب: اس لڑائی میں پانڈیا افواج نے نیلور پر قبضہ کیا اور منوماسدی دوم کا خاتمہ کیا۔ کاکتیہ فوج منوماسدی کی مدد کے لئے آئی لیکن اس کو بھی 1262 عیسوی میں جتوکورو کے مقام پر شکست ہوئی اس فتح کی علامت کے طور پر جٹاور ماسندرا پانڈیا نے 'ویرابھیشیکا' منعقد کیا۔

یونٹ 5

قطب شاہی سلطنت

طویل جوابی سوالات (10 نشانات)

1. قطب شاہی نظم ونسق کے اہم خصوصیات بیان کیجئے۔

جواب: قطب شاہی سلاطین نے ایک مستحکم اور عوام میں مقبولیت حاصل کرنے والا نظم ونسق فراہم کیا۔ مرزا ابراہیم زبیری کی لکھی کتاب ''بساطین السلاطین'' (دستور العمل) سے ہمیں دکن میں نظم ونسق کی نوعیت بالخصوص عادل شاہی اور قطب شاہی سلاطین کے نظم ونسق کا پتہ چلتا ہے۔ قطب شاہی نظم ونسق ایرانی صفاویہ حکمرانوں کی طرز پر تھا۔

1. **مرکزی حکومت:** سلطان یا بادشاہ حکومت کا سربراہ ہوا کرتا تھا۔ وہ خود کو عوام کا اولین خدمت گزار تصور کرتے تھے۔ وہ نظریہ الوہیت پر یقین رکھتے تھے۔ مملکتی امور میں سلطان کی مدد کے لئے مجلس دیوان داری ہوا کرتی تھی۔ وزراء جیسے پیشوا اور میر جملہ یا (وزیر اعظم) مرکزی حکومت کے اعلیٰ عہدیدار تھے۔ پیشوا اور میر جملہ کے دفاتر مرکزی حکومت کے اعلیٰ دفاتر ہوتے تھے۔
2. **صوبائی نظم ونسق:** ریاست کو طرفوں (صوبوں) میں تقسیم کیا گیا تھا۔ طرفدار ایک 'طرف' کا سربراہ ہوتا تھا۔ ابوالحسن کے عہد میں چھ طرف تھے' ان میں سے تلنگانہ ایک تھا۔ ابوالحسن تانا شاہ کے عہد میں ساری گولکنڈہ ریاست کو 370 سرکاروں اور 517 پرگنوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

صوبہ کرناٹک کی ذمہ داری تجربہ کار اور وفادار عہدیداروں جیسے نیک نام خاں' اکنا اور لنگنا کے سپرد تھی۔ مچھلی پٹنم جیسی بندرگاہ پر بیرونی آبادکاروں جیسے پرتگیزی' ولندیزی اور برطانوی تاجروں کے منافع بخش تجارت کی وجہ سے طاقتور حوالداروں کی سخت نگرانی میں رکھا گیا تھا۔ بندرگاہ کے اعلیٰ عہدیدار کو ''شاہ بندر'' کہا جاتا تھا۔ اس کی اہم ذمہ داری محصول وصول کرنا تھا۔ بندرگاہ کو ہر سال زیادہ بولی لگانے والوں کو ہراج میں دیا جاتا تھا۔ مورلینڈ کے مطابق ان میں زیادہ تر برہمن اور بنئے ہوتے تھے جو اپنے اعلیٰ عہدیداروں کو قیمتی تحائف دیا کرتے تھے۔ نظام پٹنم کے لئے 55,000 پگوڈے مقرر تھے۔ ان میں سے صرف 13,000 پگوڈے تنخواہوں اور دیگر اخراجات پر خرچ کئے جاتے تھے۔

3. **سرکاریں:** سرکاروں (اضلاع) کو سمی (Simi) کہا جاتا تھا۔ جو سما (Sima) کی جمع ہے۔ جیسے بیلم کنڈہ' وینوکنڈہ' نظام پٹنم' کونڈ پلی' مچھلی پٹنم' ایلور' راجمندری وغیرہ۔ قطب شاہی عہد کے فرامین اور سندوں میں مقامی عہدیداروں کو القاب سے نوازا گیا تھا۔ جیسے دیش پانڈے' تھانیدار (تھانے کا انچارج افسر جو کہ سابق میں فوجدار کا ماتحت ہوا کرتا تھا)' دیشمکھ' مجمدار' ٹھالکرنی (استھالا کرنم) وغیرہ۔
4. **دیہات:** دیہات کا سبراہ مقدم ہوا کرتا تھا اور کلکرنی محاسب ہوتا تھا۔ دیشپانڈے پرگنہ کا محاسب ہوتا تھا۔
5. **مالگزاری نظم ونسق:** عہد قطب شاہی میں مملکت کی آمدنی کا اہم ذریعہ مالگزاری تھا۔ زمین کی مالگزاری مقرر کرنے کے لئے ''سرکار''

کو اکائی کے طور پر لیا جاتا تھا۔ مالگزاری وصول کرنے کے لئے بولی لگائی جاتی تھی اور سب سے زیادہ بولی لگانے والوں کو مالگزاری وصول کرنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ گتہ دار اپنے آدمیوں کے ذریعے کسانوں سے مالگزاری وصول کرتے تھے۔ جس کے نتیجے میں کسانوں اور سلطان کے درمیان راست رابطہ منقطع ہو گیا اور کسانوں پر ٹیکس کا بوجھ بڑھ گیا۔

6. **فوج کا نظم و نسق:** قطب شاہی سلاطین جنہوں نے دکن میں بہمنی سلطنت کے کھنڈرات پر گولکنڈہ کو مرکز بنایا' بہمنی فوجی نظام کو معمولی تبدیلیوں کے ساتھ جاری رکھا۔ معاصر مورخین اور بیرونی سیاحتوں کے مطابق قطب شاہی سلاطین بڑی افواج رکھتے تھے۔ صدر مقام پر سلطان کے راست کنٹرول میں دست بستہ فوج ہوتی تھی۔ صوبہ جات میں خصوصی افواج ہوتی تھی۔ قطب شاہی فوج جس نے ہمعصر دکنی سلاطین' وجئے نگر کے راجاؤں اور مغل بادشاہوں کی افواج کے خلاف مقابلہ کیا۔ بے پناہ طاقت رکھتی تھی۔ قابل جنرلوں نے گولکنڈہ ریاستی فوج کی تربیت کی تھی۔ طرفدار کی نگرانی میں رہنے والے فوجیوں کو جاگیریں دی جاتی تھیں۔ سلطان نے اپنے اقتدار کے ابتدائی ایام میں حکومت کو مستحکم کرنے کے لئے یہ طاقتور اور بڑی فوج تشکیل دی۔ جنگ کے دوران سپہ سالار یا سالار لشکر فوج کا کمانڈران چیف (اعلیٰ کمانڈر) ہوتا تھا۔ قطب شاہی افواج ہندوؤں' مسلمانوں اور ایرانیوں پر مشتمل تھی۔ کمانڈران چیف 'آئین الملک' کہلاتا تھا۔ قطب شاہی حکومت کی آمدنی کا بیشتر حصہ فوج کی دیکھ بھال اور ان کی تنخواہوں پر خرچ کیا جاتا تھا۔ فرانسیسی سیاح' تھونات کے مطابق ابوالحسن کے دور اقتدار میں سپاہیوں کی تنخواہیں 8 لاکھ' 84 ہزار 4 سو اور سات ہن سالانہ تھیں۔ مسلمان سپاہیوں کی ماہانہ تنخواہ دس ہن تھی۔ سپاہی مخصوص یونیفارم پگڑی' ڈھال' ہیلمٹ اور شرٹ پہنتے تھے۔ قلعوں میں سپاہی ہوا کرتے تھے۔

7. **انصاف:** انصاف کے نظم و نسق میں قطب شاہی سلاطین مقامی ہندو دھرم شاستروں اور ہندو اسکالروں سے مشورے اور تجاویز لیتے ہوئے انصاف پر عمل کرتے تھے۔ دیہی سطح سے ہی دیوانی اور فوجی تنازعات کے حل کے لئے انتظامات کئے گئے تھے۔ انصاف رسانی میں مسلمان بزرگ' قاضی حضرات' مولوی اور علماء اہم کردار نبھاتے تھے۔ عدالتیں قائم کی گئی تھیں۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے ''داد محل'' اور عبداللہ قطب شاہ نے ''امان محل'' قائم کئے تھے۔ فرانسیسی سیاح ٹاورنیر کہتا ہے کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ سلطان ان خصوصی طور پر تعمیر کردہ عدالتوں میں مختلف مقدمات کی سماعت کے لئے حاضر ہوتا تھا۔ بساطین السلاطین میں مرزا ابراہیم زبیری بتلاتا ہے کہ گولکنڈہ کے سلاطین قوانین کی پابندی انصاف رسانی میں کرتے تھے۔ بیرونی تاجروں کے سامان کی حفاظت کے لئے خصوصی انتظامات کئے گئے تھے۔ فرانسیسی سیاح کہتا ہے کہ عبداللہ قطب شاہ ایک عظیم انصاف پسند تھا اور اگر جس اور صوبائی حکمراں کسی سے جبراً یا غیر منصفانہ طور پر رقم لیتے تو یہ اس رقم کو واپس کروا دیتا تھا۔

2. **ابراہیم قلی قطب شاہ کے کارناموں پر بحث کیجئے۔**

جواب: نامور مورخ ہارون خاں شیروانی نے اپنی کلاسیکی تصنیف ''تاریخ سلطنت قطب شاہی (1974)'' میں عہد ابراہیم قلی قطب شاہ کو قطب شاہی سلطنت کے عروج کا دور کہا ہے۔ یہ بات سچ ہے کیونکہ ان کی تین دہائیوں کی حکمرانی کے عہد میں سلطنت گولکنڈہ تمام میدانوں میں عروج پر تھی۔ ابراہیم قلی قطب شاہ' سلطنت قطب شاہی کے بانی سلطان قلی قطب کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا۔

1. وہ اپنے بھائی سبحان قلی کے بحران کے عہد میں سلطنت وجئے نگر کو فرار ہو چکا تھا۔ اس نے وجئے نگر کے حکمران آلیہ راما رایا کے دربار میں پناہ حاصل کی۔ جمشید قلی کے انتقال کے بعد یہ جولائی 1550ء میں گولکنڈہ پہنچا اور تخت نشین ہوا۔ یہ عہد مغلیہ کے عظیم حکمراں اکبر اعظم کا ہمعصر تھا۔ اس نے مغل شہنشاہ سے سفارتی تعلقات قائم کئے۔

2. اس نے اپنے تیس سالہ طویل دور اقتدار میں دکنی سلاطین اور وجۓ نگر حکمرانوں کے خلاف جنگوں کے سلسلہ کی قیادت کی۔ 1565ء میں وجۓ نگر فوج کے خلاف راکھشسا تنگڑی کی لڑائی میں دکنی سلاطین کو متحد کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

3. اس لڑائی نے گولکنڈہ، بیجاپور، احمد نگر سلطنتوں کی قسمت بدل دی۔ ابراہیم کے وزیر دفاع مصطفیٰ خاں اور عہدیدار عامر شاہ، محمد انجم اور حسین بیگ نے فوج کو مستحکم بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اس کے دور میں قلعہ گولکنڈہ کو بلند دیواروں سے محفوظ بنایا گیا۔ اس نے کئی جھیلیں اور تالاب بھی بنوائے۔ شہر حیدرآباد کی حسین ساگر جھیل، ابراہیم پٹنم کا تالاب اس کے اہم کارنامے ہیں۔ اس کے عہد میں صنعت وحرفت نے کافی ترقی کی۔

4. ابراہیم قلی قطب شاہ کے جنرل مصطفیٰ خاں نے جگد یوا راؤ کی بغاوت کو کچل دیا۔

5. باغی جگد یوا راؤ وجۓ نگر فرار ہوگیا اور رامارایا کے ہاں پناہ لی۔ ان کے عہد حکمرانی میں گولکنڈہ سلطنت نے تمام میدانوں میں ترقی کی۔ وہ فارسی اور اردو کے بہترین عالم تھے۔ انہوں نے تلگو شعرا اور ادیبوں کی سرپرستی کی۔ انہیں اسکالرنے "ملکی بھی راما" ملکی پورم کے لقب سے نوازا۔ ان کا انتقال 1580ء میں ہوا۔

مختصر جوابی سوالات (5 نشانات)

1. سلطان محمد قطب شاہ پر مختصر نوٹ لکھئے۔

جواب: **سلطان محمد قطب شاہ (1626-1612ء):** یہ محمد قلی کا بھتیجا تھا جو بعد میں اس کا داماد بنا۔ سلطان محمد ایک بڑا عالم تھا اور یہ متقی تھا اور اچھی کتابوں پر عبور رکھتا تھا۔ اس نے 1617 میں حیدرآباد کی عظیم الشان مکہ مسجد اور سلطان نگر کی عمارت کی بنیاد رکھی جو کہ اس کی زندگی میں مکمل نہ ہو سکے۔

2. محمد قلی قطب شاہ کی خوبیوں کا جائزہ لیجئے۔

جواب: محمد قلی قطب شاہ، ابراہیم قلی قطب شاہ کا بیٹا تھا وہ 15 سال کی عمر میں گولکنڈہ کے تخت پر جلوہ افروز ہوئے۔ عہد وسطی کی دکنی تاریخ میں ان کا عہد ان کے شاندار کارناموں کی وجہ سے یاد کیا جائے گا۔ انہوں نے شہر حیدرآباد بسایا۔ چارمینار، جامع مسجد اور چندر محل کی تعمیر کروائی۔ ان کے پیشوا میر مومن استرآبادی نے ان کے انتظام سلطنت میں اہم کردار نبھایا۔ محمد قلی قطب شاہ نے مغل شہنشاہ، اکبر کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رکھے۔ انہوں نے اپنی سلطنت کو اندرونی بغاوتوں اور بیرونی حملوں سے محفوظ رکھنے کی حتی الامکان کوشش کی۔ کونڈاویڈو کے مقام پر ان کے عہدیدار نے وینکٹ پتی رایالو کی قیادت والی وجۓ نگر افواج کے حملے کو پسپا کیا۔ انہوں نے عادل شاہی سلطان ابراہیم عادل شاہ سے ازدواجی رشتے قائم کئے۔ انہوں نے اپنی چھوٹی بہن چاند سلطانہ کی (ملکہ جہاں) کی شادی ابراہیم عادل شاہ سے کی۔

محمد قلی قطب شاہ نے وجۓ نگر کے علاقوں پر حملہ کیا اور کرنول، گٹی، ادے گیری، گنڈی کوٹہ اور پینوکنڈہ پر قبضہ کیا۔ سلطان نے ساحلی آندھرا میں مقامی سرداروں اور ماتحتین کی بغاوتوں کی سرکوبی میں کامیابی حاصل کی۔ ان کے کمانڈر طارق خاں نے اکبر کی فوج کے خلاف چاند بی بی کی مدد کی۔ سونی پت کی لڑائی (1597) میں دکنی سلاطین کی افواج کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے اکبر کے سفیر مسعود بیگ کا اپنے دربار میں استقبال کیا۔ سلطان نے سفیر کا خیر مقدم کیا اور عزت بخشی۔ محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں یوروپی تجارتی کمپنیاں آندھرا دیشا میں داخل ہوئیں۔ محمد قلی قطب شاہ علماء کا عظیم سرپرست تھا۔ اس نے ایران کے شعراء کو خوش آمدید کہا۔

اس نے تلگو شعراء کو عزت بخشی۔ اس نے سماجی استحکام اور معاشی ترقی کے لئے کام کیا۔ وہ 48 سال کی عمر میں 1642ء میں انتقال کر گئے۔ ان کی ایک ہی دختر حیات بخشی بیگم تھی۔ ان کے بعد ان کا داماد سلطان محمد قلی 1612ء میں تخت نشین ہوا۔

3. **قطب شاہی سلاطین کی تلگو زبان کے ارتقاء پر مضمون لکھئے۔**

جواب: اڈنکی گنگا دھر کوی' ابراہیم قلی قطب شاہ کا درباری شاعر تھا۔ اس نے اپنی تصنیف ''تپاتی سنورنو پھا کیانم'' سلطان کی نذر کی۔ ابراہیم قلی قطب شاہ کو تلگو شعراء ''ملکی بھاراما'' کہتے تھے۔ کندوکوری رودرا کوی ایک اور عظیم تلگو شاعر اور ''ترنکوشو پھکونم'' کا مصنف تھا۔ ابراہیم قلی نے اس کی سرپرستی کی۔ سلطان نے رودرا کوی کو چنتالا پالیم گاؤں بطور تحفہ دیا۔ امین خاں' جو ابراہیم قلی کا ماتحت اور پٹن چیرو کا ذمہ دار تھا وہ بھی اپنے آقا کی ادبی خدمات سے متاثر تھا۔ پونا گنٹی تیلگا ناریا نے اس دور میں اپنی تصنیف یا پتی چریتم' خالص تلگو زبان میں لکھی۔ تلگو شعرا نے ابراہیم قلی کی عظیم قابلیتوں اور فراخدلانہ عطیات کی ستائش میں کئی چھاٹو نظمیں لکھیں۔ یایاتی چریتم' تلگو میں پہلی تصنیف ہے جس کو امین خاں کی نذر کیا گیا جس نے پونا گنٹی تیلگا ناریا کی سرپرستی کی تھی۔

تلگو ادیبوں اور شاعروں کو ابراہیم قلی کے جانشین محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں عظیم مقام اور عزت سے نوازا گیا۔ گنیش پنڈت' محمد قلی قطب شاہ کا درباری شاعر تھا۔ سارنگا تمیا' جو گولکنڈہ کا انچارج ریوینو آفیسر (کرنم) تھا وہ بھی محمد قلی کے دربار کا بڑا شاعر تھا۔ اس کی مشہور تصنیف ''وجینتی ولاسم'' ہے۔ مشہور تلگو پڑا کرتھا' کشتریا' عبداللہ قطب شاہ کا ہمعصر تھا۔ اس نے قطب شاہی سلطان عبداللہ قطب شاہ کے دربار میں رسائی حاصل کی اور سلطان کی شان میں ایک ہزار پداس (اشعار) لکھے۔ کشتریا کا تعلق ضلع کرشنا کے ''موا'' گاؤں سے تھا۔ ابوالحسن تانا شاہ کے دور میں جٹپر ول اور گدوال سمستھانوں کے حکمرانوں نے بھی تلگو شعرا کی سرپرستی کی۔ ابوالحسن تانا شاہ کے تحت کھمم علاقے کے محصول کا ذمہ دار افسر کنچر لا گوپنا نے بھدرا چلم کے مقام پر رام کی مندر تعمیر کی۔ مندر کی تعمیر کے لئے عوامی رقم استعمال کرنے پر اس کو گرفتار کیا گیا اور قید کیا گیا۔ گوپنا نے لارڈ سری رام پر کئی کیرتن گائے جو ان دنوں کافی مشہور ہوئے۔ وہ بھکت رام داس کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کی تصنیف دشرتھی شتکم ایک کلاسیکی تصنیف ہے جس کی تعریف علماء نے کی۔ عوامی شاعر ویمنا کا تعلق بھی قطب شاہی عہد سے ہے۔ اپنی نظموں میں ویمنا نے سماجی برائیوں اور توہم پرستی کی مذمت کی ہے۔ اس طرح قطب شاہی حکمرانوں کے دور میں آندھرا یشا میں وجے نگر عہد کی طرح تلگو ادب کو شاہی اور عوامی سرپرستی حاصل رہی۔

فن اور فن تعمیر: سلاطین قطب شاہی فنون لطیفہ کے عظیم سرپرست تھے۔ ان کی اعتدال پسندانہ سرپرستی میں خصوصی طور پر شاندار محلات' گنبدیں' مساجد' عمارتیں' عاشور خانے تعمیر کروائے گئے۔ انہوں نے مقامی عوام کے مذہب کو عزت دی اور احترام کیا۔ چار مینار' مکہ مسجد' دارالشفاء' بادشاہی عاشور خانہ' میاں مشک کی مسجد' ٹولی مسجد' تارہ متی بارہ دری' پرانا پل' حسین ساگر تالاب' حیات نگر مسجد (مسجد حیات بخشی بیگم)' ابراہیم تالاب' شیخ پیٹ سرائے' مان صاحب تالاب خیریت آباد کی مسجد اور گنبدان قطب شاہی عہد قطب شاہی کی بہترین فن تعمیر کی مثالیں ہیں۔

چار میناروں پر مشتمل عظیم الشان عمارت ''چار مینار'' دکن اور قطب شاہی عہد کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ چار خوبصورت کمانوں پر ایک خوبصورت مستطیل ڈھانچہ جس پر چار خوبصورت مینار بنے ہوئے ہیں اس کی تعمیر محمد قلی قطب شاہ نے 91-1590ء میں کروائی۔ حضرت میر مومن چار مینار کے معمار تھے۔

قلعہ گولکنڈہ' عہد قطب شاہی کی آزاد اور خود مختار ریاست کا صدر مقام تھا۔ یہ محمد قلی قطب شاہ کے بسائے ہوئے شہر حیدر آباد سے

10 کیلومیٹر کی دوری پر مغربی جانب واقع ہے۔ کچھ مورخین کے مطابق اس کا قدیم نام ''منگل'' تھا۔ اسے 1143ء میں ایک پہاڑ پر کاکتیاؤں کے عہد میں تعمیر کیا گیا تھا۔ 1363ء میں مسونوی کپایا نایکا کی شکست کے بعد بہمنی سلاطین کے قبضہ میں چلا گیا۔ 1518ء تک یہ سلاطین بہمنی کے قبضہ میں رہا۔ سلطان محمد شاہ بہمنی کے انتقال کے بعد 1518ء میں گولکنڈہ کے طرفدار قلی قطب الملک نے اپنی آزادی اور خودمختاری کا اعلان کیا۔ اور اس طرح گولکنڈہ قطب شاہی سلطنت کا شاہی پایہ تخت بنا۔ یہ 1687ء میں قطب شاہی سلطنت کے زوال تک پایہ تخت برقرار رہا۔ قطب شاہی سلاطین جنہوں نے 1518 سے 1680 تک حکومت کی اس قلعہ کو نئی دیواروں اور محلات سے مستحکم کیا۔ یہ قلعہ سطح زمین سے 400 فٹ کی بلندی پر گرانائٹ پہاڑی پر وسیع وعریض علاقے میں شاندار اور پرشکوہ عمارتوں پر مشتمل ہے۔ قلعہ کے اطراف میگالتھیک گرانائٹ (بڑے پتھر) کی تین بلند دیواریں بنی ہوئی ہیں۔ قلعہ کی بیرونی دیوار میں 8 دروازے بنے ہوئے ہیں۔ فتح دروازہ 13 فٹ چوڑا اور 25 فٹ بلند ہے۔ اس دروازے کو موٹی ساگوانی لکڑی سے بنایا گیا ہے اس پر لوہے کی مضبوط چادر چڑھائی گئی ہے تاکہ اس کو دشمنوں کے حملے سے محفوظ رکھا جاسکے۔ بالا حصار، دیوان محل، جامع مسجد، نگینہ باغ، اسلحہ خانہ وغیرہ قلعہ کے اندر موجود ہیں۔ یہ شاندار عمارتیں ہیں۔ آج قلعہ گولکنڈہ تلنگانہ عوام کے روح کی علامت ہے۔

4. قطب شاہی عہد کے دوران عوام کے مذہبی حالات کے بارے میں لکھئے۔

جواب: قطب شاہی حکمرانوں نے محسوس کیا کہ انہیں مضبوط و مستحکم حکومت کے لئے مقامی اکثریتی ہندو عوام کی مدد کی ضرورت ہے۔ اس لئے انہوں نے کامل مذہبی رواداری پر عمل کیا۔ انہوں نے عدلیہ اور نظم ونسق کو مسلمانوں کے ساتھ ہندوؤں کے لئے بھی کھلا رکھا۔ اس عہد کا ایک دلچسپ پہلو یہ ہے کہ کئی ایک ایرانی آفاقیوں نے دکن کو ہجرت کی اور خصوصاً گولکنڈہ سلطنت کا رخ کیا۔ حضرت میر مومن استرآبادی، محمد قلی قطب شاہ کے وزیر اعظم بنے اور انہوں نے شہر حیدرآباد کی منصوبہ بندی اور اس کی تعمیر میں نمایاں کردار نبھایا۔ قطب شاہی سلاطین کے ایران کے صفوی حکمرانوں سے دوستانہ تعلقات نے وسطی ایشیاء سے کئی مہاجرین کو حیدرآباد آنے پر راغب کیا۔ جس کے نتیجے میں حیدرآباد میں ملی جلی تہذیب وجود میں آئی جو آج بھی نمایاں ہے۔

تلگو تصانیف جیسے تپاتی سموارنم، یایاتی چرتیا، سکاسپتتی اور ہمساوسی ہمیں قطب شاہی دور کے سماجی۔ معاشی اور ثقافتی حالات کی مکمل تصویر فراہم کرتے ہیں۔ قطب شاہی حکمرانوں نے ایک معتدل مذہبی پالیسی پر عمل کیا۔ شیعہ ریاستوں میں محرم تہوار ایک خصوصی کشش بن کر ابھرا۔ قطب شاہی دور میں شہر حیدرآباد میں کئی عاشورخانے تعمیر کئے گئے۔ آخری قطب شاہی دور میں بھدرا چلم کی ہندو مندر، سری راما مندر ایک مشہور مندر ہے۔ مرد و خواتین اپنی پسند اور مالی استطاعت کے مطابق مختلف اقسام کے لباس اور زیورات پہنتے تھے۔

قطب شاہی سلاطین نے ہندو منادر اور علماء کو فراخدلانہ مالی مدد کی۔ سلطان ابوالحسن نے 1652ء میں رام داس (کنچر لا گوپنا) کی تعمیر کردہ رام مندر کے لئے بھدرا چلم، شنکر گیری اور پالونچہ قصبات بطور عطیہ دئے۔ محمد قلی کے ایک جنرل اسواراؤ نے سلطان کے حکم پر سری کرمم گاؤں کو بھگوان سری کرماناتھا مندر کے لئے عطیہ دیا۔ سلاطین اور ان کے عہدیداروں نے برہمنوں کو اگراہارائیں بطور عطیہ دئے۔ قطب شاہی حکمران ہندو تہواروں جیسے دیوالی، ہولی وغیرہ میں حصہ لیتے تھے اور مذہبی رواداری کے جذبے کی ہمت افزائی کرتے تھے۔ اس عہد میں کثرت ازدواج عام تھا۔ تھامس بورے (Thomas Burorey) کے مطابق اس عہد میں ویشیا ذات کے لوگ تجارت میں مصروف تھے۔ دربار میں فنکاروں کی ہمت افزائی کی جاتی تھی۔ ٹاورنیر کے مطابق شہر اور قلعہ گولکنڈہ میں 20 ہزار فنکار تھے۔ ان کو اپنے پیشوں کو جاری رکھنے کے لئے لائسنس منظور کئے جاتے تھے۔ دیوداسی نظام بھی تھا۔

نہایت مختصر جوابی سوالات (2 نشانات)

1. گولکنڈہ کے بارے میں لکھئے۔

جواب: قلعہ گولکنڈہ، عہد قطب شاہی کی آزاد اور خود مختار ریاست کا صدر مقام تھا۔ یہ محمد قلی قطب شاہ کے بسائے ہوئے شہر حیدرآباد سے 10 کیلومیٹر کی دوری پر مغربی جانب واقع ہے۔ کچھ مورخین کے مطابق اس کا قدیم نام ''منگل'' تھا۔ اسے 1143ء میں ایک پہاڑ پر کاکتیاؤں کے عہد میں تعمیر کیا گیا تھا۔ 1363ء میں مسونوی کیاپا نائیکا کی شکست کے بعد بہمنی سلاطین کے قبضہ میں چلا گیا۔ 1518ء تک یہ سلاطین بہمنی کے قبضہ میں رہا۔ سلطان محمد شاہ بہمنی کے انتقال کے بعد 1518ء میں گولکنڈہ کے طرفدار قلی قطب الملک نے اپنی آزادی اور خود مختاری کا اعلان کیا۔ اور اس طرح گولکنڈہ قطب شاہی سلطنت کا شاہی پایہ تخت بنا۔

2. چارمینار کے بارے میں لکھئے۔

جواب: چار میناروں پر مشتمل عظیم الشان عمارت ''چارمینار'' دکن اور قطب شاہی عہد کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ چار خوبصورت کمانوں پر ایک خوبصورت مستطیل ڈھانچہ جس پر چار خوبصورت مینار بنے ہوئے ہیں اس کی تعمیر محمد قلی قطب شاہ نے 91-1590ء میں کروائی۔ حضرت میر مومن چارمینار کے معمار تھے۔

3. مکہ مسجد کے بارے میں لکھئے۔

جواب: عہد قطب شاہی میں تلنگانہ علاقہ کئی مسلم مذہبی مقامات واداروں جیسے مساجد، درگاہ، عاشورخانہ، خانقاہ وغیرہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ تاریخی مکہ مسجد عہد وسطیٰ کے دکن کی ایک بڑی اور شاندار مسجد ہے حیدرآباد میں چارمینار کے کے جنوب مغرب میں اس سے صرف 100 گز کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ مکہ مکرمہ کی مسجد الحرام کے نمونے پر بنائی گئی۔ اس کا سنگ بنیاد محمد قلی قطب شاہ نے داروغہ میر فیض اللہ بیگ اور چودھری راجیا کی ہدایت میں رکھا۔

4. حیات بخشی بیگم کے بارے میں لکھئے۔

جواب: ساری قطب شاہی تاریخ کی شاہی خواتین میں صرف قلی قطب شاہ کی واحد دختر حیات بخشی بیگم تھیں جنہوں نے تاریخ میں اپنا منفرد مقام درج کیا ہے۔ وہ عوامی خدمت اور ریاستی امور میں اپنی علمی قابلیت کے لئے مشہور تھیں۔ ان کی شادی چچازاد بھائی محمد قطب شاہ سے ہوئی۔ یہ ماں صاحبہ کے نام سے مشہور تھیں اور انہوں نے تعمیری سرگرمی میں دلچسپی لی۔ شہر حیدرآباد سے 16 میل دور مشرقی جانب 1626ء میں انہوں نے ایک گاؤں حیات نگر بسایا۔ انہوں نے اس گاؤں میں ایک محل اور ایک مسجد تعمیر کروائی۔ یہ مسجد قطب شاہی طرز تعمیر کی بہترین مثال ہے۔ یہ مسجد محل کے احاطہ کے باہر واقع ہے۔ مسافرین اور تاجروں کی سہولت کی خاطر ایک سرائے بھی حیات بخشی بیگم نے تعمیر کروائی۔ یہ سرائے ''ماں صاحبہ سرائے'' کے نام سے مشہور ہے۔ ان کو عوامی چاہت اور مقبولیت حاصل تھی۔ انہوں نے اپنے اتالیق 'اختر ملا عبدالملک' کی یاد میں خیریت آباد مسجد تعمیر کروائی۔ ان کا انتقال 76 سال کی عمر میں 1666ء میں ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ قلعہ گولکنڈہ کے قریب واقع قبرستان میں ہے۔ ان کے مقبرہ کے قریب ایک خوبصورت مسجد، ان کے فرزند عبداللہ قطب شاہ نے تعمیر کروائی۔ اس مسجد میں پلاسٹر پر عمدہ نقش ونگاری کی گئی ہے۔ یہ مسجد قطب شاہی گنبدوں کی ایک عظیم مسجد کے طور پر مشہور ہے۔

6 **یونٹ**

آصف جاہی سلاطین

طویل جوابی سوالات (10 نشانات)

1. سالار جنگ کی اصلاحات کی اہمیت کا تعین کیجئے۔

جواب: میر تراب علی خاں، سالار جنگ اول کے نام سے مشہور تھے۔ 31 مئی 1853ء کو نظام چہار (IV) کے تحت بحیثیت دیوان اپنی خدمات کا آغاز کیا۔ انہوں نے تین نظام حکمرانوں ناصر الدولہ، افضل الدولہ اور محبوب علی خاں، کے تحت وزیر اعظم کی حیثیت سے 30 سال (83-1853ء) تک اپنی خدمات انجام دی۔ دیوان بننے سے پہلے یہ میدک کے تعلقدار تھے۔ 1869ء میں نظام افضل الدولہ کی موت کے بعد حالات کافی حد تک سالار جنگ کے حق میں رہے۔ جب سالار جنگ نے ریاست حیدرآباد کے دیوان کا عہدہ سنبھالا اس وقت ریاست حیدرآباد ایک شدید مالی بحران کا شکار تھی۔ اپنی اصلاحات کے ذریعہ انہوں نے ریاست حیدرآباد کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا۔ سالار جنگ کی اصلاحات مندرجہ ذیل ہیں:

1. **نظم و نسق کے اصلاحات (انتظامی اصلاحات)** : سالار جنگ نے انتظامی معیار کو بہتر بنانے کے لئے کئی اصلاحات کو متعارف کروایا۔ سالار جنگ نے 1855ء میں بغیر تنخواہ کے عارضی ٹھیکیدار کی جگہ ایسے تعلقداروں کا تقرر کیا جنہیں حکومت کی جانب سے تنخواہ ادا کی جاتی تھی۔ 1865ء میں ضلع بندی نظام متعارف کروایا گیا۔ جس کے تحت ریاست کو 14 اضلاع میں تقسیم کیا گیا۔ چودہ اضلاع کی پانچ علاقائی حصوں میں گروپ بندی کی گئی۔ اول تعلقدار (ضلع کلکٹر) ہر ضلع کا سربراہ تھا۔ ان کی مدد کے لئے دوم تعلقدار یا سب کلکٹر ہوا کرتے تھے۔ عہدہ داروں کا تیسرا درجہ سوم تعلقدار یا تحصیلدار کہلاتا تھا۔ تعلقداروں کی نگرانی کے لئے انتظامی بورڈ جو مجلس مالگزاری کہلایا، قائم کیا گیا لیکن اسے دو سال کے اندر تحلیل کر دیا گیا۔ 1868ء میں سالار جنگ نے چار وزرا کا تقرر کیا جو صدر المہام کہلائے۔ ان میں سے تین وزراء کو نئے قائم کئے گئے محکمے پولیس، مالگزاری اور عدلیہ کی ذمہ داری تفویض کی گئی جب کہ چوتھے وزیر کو دوسرے محکمہ جات جیسے تعلیم اور صحت عامہ وغیرہ کی ذمہ داری سونپی گئی۔

2. **مالی اصلاحات** : سالار جنگ کا اس سلسلہ میں اصل مقصد ریاست کو معاشی طور پر مستحکم کرنا تھا۔ اس نے ٹیکس (محصول)، کاشتکاری نظام (کسانوں سے ٹیکس عارضی ٹھیکیدار وصول کرتے تھے) کو منسوخ کر دیا۔ اس نظام کے تحت عارضی ٹھیکیدار یا دفتر دار ریاست کو ایک متعینہ رقم ادا کرتے تھے۔ جب کہ یہ لوگ کسانوں سے زیادہ رقم وصول کرتے تھے۔ یہ ریاست کے لئے نقصان دہ تھا۔ اس نقص کو سالار جنگ نے پہچان لیا۔ لہٰذا پہلی فرصت میں ہی ٹھیکیداروں کو برخاست کیا اور تعلقداروں کا تقرر عمل میں لایا۔ ان کو حکومت کی جانب سے تنخواہ مقرر کی گئی۔ ان کا کام کسانوں سے زمین کی مالگزاری کی وصولی تھا۔ اس طرح کسانوں کا ریاست سے راست تعلق

قائم ہوگیا۔ اور انہیں ٹھیکیداروں کے استحصال سے نجات مل گئی۔ اس سے سالار جنگ کو ریاست کی صحیح آمدنی کی حقیقی صورتحال کا علم ہونے لگا۔

3. **تعلیمی اصلاحات :** سالار جنگ نے تعلیمی میدان میں کئی اصلاحات کو متعارف کروایا۔ 1855ء میں دارالعلوم ہائی اسکول قائم کرتے ہوئے ریاست میں مغربی تعلیم کو متعارف کیا گیا۔ سٹی ہائی اسکول اور چادر گھاٹ ہائی اسکول بالترتیب 1870 اور 1872ء میں قائم کئے گئے۔ محکمہ تعمیرات عامہ میں مطلوبہ ٹکنیکل عملہ کو تیار کرنے کے لئے 1870ء میں ایک انجینئرنگ اسکول قائم کیا گیا۔ امراء کے بچوں کی تعلیم کے لئے 1873ء میں مدرسہ عالیہ قائم کیا گیا۔ شاہی خاندان کے بچوں کے لئے مدرسہ اعزاء 1878ء میں قائم کیا گیا۔ سالار جنگ کے انتظامیہ کے تحت ساری ریاست میں اردو، فارسی اور مقامی زبان میں تعلیم کے لئے 162 اسکول قائم کئے گئے۔

4. **عدالتی اصلاحات :** سالار جنگ نے عدالتی اداروں کو زیادہ موثر طریقے سے قائم کیا۔ عدلیہ کو خود مختاری دی گئی تھی، کئی عدلیہ کے عہدہ دار جو منصف اور میر عادل کہلاتے تھے ان کا تقرر عمل میں لایا گیا۔ یہ عہدہ دار حیدرآباد میں ہائی کورٹ کے کنٹرول میں کام کرتے تھے۔ جو محکمہ صدر کہلاتا تھا۔ ہائی کورٹ اعلیٰ اپیل کی عدالت تھی جو مجلس مرافعہ کہلاتی تھی۔ شہر حیدرآباد میں سیول کورٹ جو بزرگ Buzurg کہلاتی تھی اور دیوانی عدالت یا خرد (جونیر) عدالتیں قائم کی گئیں۔ فوجداری عدالت (Criminal court) کا بھی قیام عمل میں لایا گیا۔ دارالقضاء یا قاضی کی عدالت اسلامی قانون کے تحت انصاف فراہم کرتی تھیں۔ محکمہ صدارت، مذہبی اور خیراتی وقف جائیدادوں وابستہ مقدمات کی سماعت کرتی تھی سزائے موت کو برخاست کردیا گیا تھا۔ بدعنوانیوں (رشوت) کی روک تھام کے لئے اقدامات کئے گئے۔

5. **پولیس اصلاحات :** سالار جنگ نے محکمہ پولیس میں کلیدی اصلاحات لائے۔ انہوں نے روہیلاؤں اور پٹھانوں کے نجی فوجی دستوں کو برخاست کردیا۔ انہوں نے ایک پولیس ڈپارٹمنٹ (محکمہ پولیس) قائم کیا جو محکمہ کوتوال کہلایا۔ نظامت نامی ایک پولیس فورس تشکیل دی۔ سپرنٹنڈنٹ کو مہتمم کہا جاتا تھا اور انسپکٹر کو امین کہا جاتا تھا۔ پولیس اسٹیشن کو چوکی کہا جاتا تھا۔

6. **فوجی اصلاحات :** سالار جنگ نے نظام سلطنت کی فوج کو بھی منظم کیا۔ 1864ء میں اس نے علیحدہ دفتر کی تعمیر کروائی اور نظام فوج کی دیکھ بھال کے لئے ایک سکریٹری کا تقرر کیا گیا۔ 1875ء میں حکومت کے دفتر نجم جمعیت (ملٹری آفس) قائم کی۔ 1876ء میں ملٹری سکریٹری کا پوسٹ قائم کیا گیا اور اس کو فوجی تقررات کے اختیارات دئے گئے۔ فوجی جوانوں کو یوروپی طرز پر ٹریننگ دینا ان کا مقصد تھا۔

7. **حمل و نقل کی سہولتیں اور تعمیرات عامہ :** سالار جنگ نے حمل و نقل کی سہولیات کو بہتر بنانے کے لئے کئی اقدامات کئے۔ بمبئی مدراس ریلوے روٹ پر حیدرآباد اور واڑی کے درمیان ریلوے لائین بچھانے کے لئے 1870ء میں انگریزوں اور نظام کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا۔ اسے 1874ءمیں عوام کے لئے کھول دیا گیا۔ ان کے دور میں چندا ریلوے اسکیم کو بھی منظوری حاصل ہوئی۔ 1856-57ء کے دوران ٹیلیگراف اداروں کا بھی قیام عمل میں لایا گیا۔ حیدرآباد سے بمبئی کو براہ کرنول جوڑا گیا۔ سال 1862ء میں (پوسٹل ڈیپارٹمنٹ) محکمہ ڈاک قائم کیا گیا۔ 1885ء میں حیدرآباد کو ٹیلیفون خدمات سے منسلک کردیا گیا، مختلف اضلاع کے مابین

کئی پلوں اور Culverts کی تعمیر کرتے ہوئے سڑکوں کو بہتر بنایا گیا۔1868ء میں حیدرآباد تا شولا پور سڑک بچھائی گئی۔ریاست کی معاشی ترقی کو فروغ دینے کے لئے سڑک کے کاموں کو بھرپور طریقے سے انجام دیا گیا۔

8. **عوامی خدمات :** انتظامی معیار کو بہتر بنانے کے لئے سالار جنگ نے سارے ملک سے باصلاحیت افراد کا تقرر عمل میں لایا۔سید حسینؒ، سید بلگرامی، محبّ حسین، سید مہدی علی، محسن الملک قابل منتظمین تھے۔اگھورناتھ چٹوپادھیائے ایک مشہور ماہر تعلیم تھے۔شہزادہ محبوب علی خاں کو تعلیم سے نوازنے کے لئے مرزا آغا بیگ کو حیدرآباد مدعو کیا گیا۔سالار جنگ نے سرکاری ملازمین کے لئے ان کی صلاحیتوں اور سخت محنت کو بنیاد بنا کر خودبخود ترقی نظام کو متعارف کروایا۔سالار جنگ اول کی حکمرانی کو ریاست حیدرآباد کی تاریخ میں ایک اہم ترین دور سمجھا جاتا ہے۔ان کے اصلاحات نے ریاست کی جدیدیت (جدید کاری) کے لئے تمام میدانوں میں اپنا حصہ ادا کیا۔اس طرح وہ جدید حیدرآباد کے معمار تھے۔

2. **میر عثمان علی خاں کی عظمت کا جائزہ لیجئے۔**

جواب: **میر عثمان علی خاں (1911-1948ء) :** میر محبوب علی خاں کے بیٹے میر عثمان علی خاں کی ولادت 6 اپریل 1886ء میں ہوئی۔وہ 1911ء میں ساتویں نظام کی حیثیت سے تخت نشین ہوئے۔ابتداء ہی سے عثمان علی خاں نے ثابت قدمی کے ساتھ حکمرانی کی اور نظم و نسق میں بہتری لانے کے لئے کئی اصلاحات نافذ کیں۔امیر و غریب دونوں کو نظام کے لئے نذرانہ پیش کرنا لازمی تھا۔انہوں نے دیوداسی نظام اور جبری مزدوری کا خاتمہ کیا۔اور تمام عہدہ داروں کو ٹوپی اور شیروانی پہننے کے لئے احکامات جاری کئے۔

1. **انتظامی اصلاحات:** 1914ء میں میر عثمان علی خاں نے وزیراعظم کی مدد کے بغیر ریاستی نظم و نسق کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ان کے دور میں کئی کامیابیاں ان کے کھاتے میں آئیں۔میر عثمان علی خاں کی نظم و نسق کی اہم خصوصیات میں ریاست میں مالیہ کی تشکیل نو، مالگزاری اور اخراجات کی دوبارہ درجہ بندی تھی۔انہوں نے 1938ء میں پانچ 85 ارکان پر مشتمل ایک ایوانی مقنّنہ کو متعارف کروایا۔پہلی مرتبہ انہوں نے کونسل میں دلتوں کو موقع فراہم کیا۔قبائلیوں کی بہبودی کے لئے کئی سہولتیں اور مراعات فراہم کی گئیں۔انہوں نے منادر، مساجد، چرچ، گرودواروں، عاشور خانوں، درگاہوں اور خانقاہوں اور خیراتی اداروں کو عطیات دئے۔ریاستی امداد سے قومی صنعتوں کو ترقی دی۔قومیایا ہوا حمل و نقل کارپوریشن قائم کیا۔1914ء میں پہلی عالمی جنگ میں نظام نے فوجی، مالی امداد کے ذریعہ انگریزوں کی مدد کی۔جس کے عوض میں انہیں وفادار حلیف (Faithful ally) کا خطاب ملا۔1918ء میں بادشاہ جارج پنجم نے میر عثمان علی خاں کے مرتبہ کو اعلیٰ حضرت (His Highness) سے عزت مآب عالی مرتبت (His Excellence Highness) کا درجہ عطا کیا۔

2. **تعلیم :** ان کے دور میں تعلیم نقطہ عروج پر پہنچ چکی تھی۔انگریزی اور مقامی زبانوں میں کئی مدارس قائم کئے گئے۔میر عثمان علی خاں نے عثمانیہ یونیورسٹی کے قیام کے لئے 28 راگسٹ 1918ء کو ایک فرمان جاری کیا گیا اور 1400 ایکر زمین آج کے احاطہ میں مختص کی گئی۔نواب زین یار جنگ اس کا انجینئر تھا۔ان کے دور میں خواتین کی تعلیم کو بھی ترقی دی گئی۔ابتدائی (پرائمری) اسکول اور ثانوی اسکول قائم کئے گئے۔عثمانیہ یونیورسٹی کے علاوہ میڈیکل، اگریکلچرل، وٹرنری، تین سائنس کالج اور ایک فائن آرٹس کالج کا قیام ورنگل، گلبرگہ اور اورنگ آباد میں عمل میں لایا گیا۔نظام نے مختلف تعلیمی اداروں جیسے بنارس یونیورسٹی، علیگڑھ یونیورسٹی اور رویندرناتھ ٹیگور کی شانتی نکیتن

وغیرہ کوبھی عطیات دیئے۔اس کے علاوہ زنانہ ہائی اسکول، محبوبیہ ہائی اسکول، اسٹانلی گرلز ہائی اسکول، حسینی محلّہ مڈل اسکول، مدرسہ نسواں ہنمکنڈہ گورنمنٹ مڈل اسکول وغیرہ بھی قائم کیے گئے۔

3. **آب پاشی سہولیات کی ترقی** : میر عثمان علی خاں کو پانی کے وسائل کی اہمیت کا احساس ہوا۔لہٰذا انہوں نے نظام سلطنت کے لئے ایک قابل انجینئر نواب علی نواز جنگ بہادر کا بحیثیت چیف انجینئر تقرر عمل میں لایا۔انہوں نے کرشنا اور گوداوری جیسے اہم ندیوں کا دستیاب پانی زیادہ سے زیادہ استعمال کے لئے آبی وسائل کی ترقی کا ایک جامع منصوبہ تیار کیا۔انہوں نے نئے پروجیکٹ اور تالابوں کی تعمیر کا کام شروع کیا اور پرانی جھیلوں اور پرانی نہروں کے پروجیکٹ کی مرمت کروائی۔ان میں چند اہم عثمان ساگر (1919ء)، حمایت ساگر (1927ء)، پوچارم ڈیم (1922ء)، رویم پلی ایز روائر (1924ء)، نظام ساگر پروجیکٹ (31-1924ء)، وائرا پراجیکٹ (30-1923ء) اور ڈنڈی پروجیکٹ 1943ء وغیرہ ہیں۔

4. **صنعت کاری** : ساتویں نظام کے دور میں حیدرآباد میں تیزی سے صنعتکاری ہوئی اور کئی صنعتوں جیسے سنگارینی کالریز، نظام شوگر فیکٹری، آلوین دھاتی کمپنی، پیراگاٹولس، سرسلک، حیدرآباد اسبتاس، وزیر سلطان ٹوباکو فیکٹری، چارمینار سگریٹ فیاکٹری، کارخانہ زندہ طلسمات، کاٹیج انڈسٹریز، پیپرانڈسٹریز، ٹکسٹائل انڈسٹریز، دیوان بہادر راؤ گوپال مل (DBR Mills) اعظم جاہی مل وغیرہ قائم کئے گئے۔نظام ریلویز، اسٹیٹ روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن اور دکن ایرویز کا بھی آغاز کیا گیا۔ان فیکٹریوں اور ترقی یافتہ نقل وحمل کے ساتھ ان کے دور میں روزگار کے مواقع میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔

5. **یادگاریں** : میر عثمان علی خاں نے فن تعمیرات میں گہری دلچسپی لی عثمانیہ یونیورسٹی، عثمانیہ جنرل ہاسپٹل کی تعمیر میں مغل آرٹ ہندتر کی طرز تعمیری جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ہائی کورٹ کی عمارت کی تعمیر بھی ہندتر کی طرز پر کی گئی۔قانون ساز اسمبلی کی عمارت ترک راجستھانی طرز تعمیر کا نمونہ ہے۔دوسری عمارتیں جیسے سٹی کالج، پبلک گارڈن، یونانی دواخانہ، آصفیہ کتب خانہ، حیدرآباد وسکندرآباد ریلوے اسٹیشن، ٹاؤن ہال، ایڈن باغ، جوبلی ہال، جوڑی مسجد یہ تمام ہندو مسلم اور مغربی طرز تعمیر کے نمونے ہیں۔شہری ترقیاتی بورڈ قائم کیا گیا۔جس کے تحت باغات لگائے گئے، مارکٹوں کی تعمیر کی گئی، گلیوں کو کشادہ کیا گیا اور زیر زمین نالیاں بنائی گئیں۔اس دور کے فن تعمیر میں لوگوں کے نظریات اور افکار کو پیش کیا گیا اور اس وقت کے لوگوں کی ثقافت اور تہذیب کو دکھایا گیا۔

عثمان علی خاں ایک ہمہ جہت شخصیت کے حامل، ترقی پسند حکمراں تھے۔وہ ایک بصیرت افروز حکمراں اور شعور وآگہی رکھنے والے سفارتکار اور عظیم منتظم تھے۔وہ ماہر لسانیات تھے انہیں چھ زبانوں پر عبور حاصل تھا۔وہ دنیا کے امیر ترین شخصیت تھے۔تمام میدانوں میں ان کی جانب سے لائی گئی دوررس تبدیلیوں نے جدیدیت کی طرف ریاست کی قسمت کو بدل دیا۔

6. **پولیس ایکشن** : 1947ء میں جب انگریزوں نے ہندوستان چھوڑ دیا۔شاہی ریاستوں کو یہ موقع دیا گیا کہ وہ یا تو ہندوستان میں شامل ہوسکتے ہیں یا پاکستان میں شامل ہوسکتے ہیں یا آزاد رہ سکتے ہیں۔1947ء میں وزیر داخلہ سردار ولبھ بھائی پٹیل نے آخری نظام عثمان علی خاں سے ہندوستان میں شامل ہونے کی گزارش کی لیکن انہوں نے انکار کردیا اور اس کے بجائے 15 اگست 1947ء کو حیدرآباد کو آزاد مملکت کے طور پر اعلان کیا۔حیدرآباد کا خود کو پاکستان کی مدد سے مسلح کرنے کا نظریہ ہندوستانی حکومت نے پسند نہیں کیا۔سردار پٹیل نے آزاد حیدرآباد کے نظریہ کو ہندوستان کے قلب میں ایک السر (Ulcer) کے طور پر بیان کیا کہ جس کو جراحی سے دور کرنے کی ضرورت

ہے۔ بالآخر سردار ولبھ بھائی پٹیل نے حیدرآباد پر کارروائی کی جس کا ٹکنیکل نام آپریشن پولو تھا۔ جسے عام طور پر پولیس ایکشن کہا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ پانچ دن کا آپریشن تھا جو 13 سپٹمبر 1948ء کو شروع ہوا اور 17 سپٹمبر 1948ء کو ختم ہوا۔ یہ بہت اہمیت کا حامل تھا ہندوستانی فوج نے طاقتور ریاست کو حاصل کرلیا اور حیدرآباد کو ہندوستانی یونین میں ضم کر دیا گیا۔

مختصر جوابی سوالات (5 نشانات)

1. **نظام الملک کے بارے میں لکھیئے۔**

جواب: **نظام الملک (1724-1749ء):** میر قمر الدین جو نظام الملک کے نام سے بھی شہرت رکھتے تھے ریاست حیدرآباد کے بانی تھے۔ ابتدا میں صرف چھ سال کی عمر میں ان کا مغل حکمراں اورنگ زیب کے ماتحت بحیثیت منصبدار تقرر عمل میں آیا۔ مغل شہنشاہ اورنگ زیب نے چن خلیج خاں کا خطاب عطا کیا۔ جس کے معنی ''ماہر تلوار بازی لڑکا'' تھا۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد فرخ سیر کے ماتحت میر قمر الدین کو اودھ کا وائسرائے مقرر کیا گیا۔ اور ''نظام الملک فتح جنگ'' کے خطاب سے نوازا اس طرح وہ پہلے نظام بن گئے۔ چن خلیج خاں نے سید برادران کو شکست دینے اور تخت حاصل کرنے میں بادشاہ محمد شاہ کی مدد کی۔ جس کے نتیجہ میں چن خلیج خاں کو مختصر عرصہ کے لئے وزیر اعظم مقرر کیا گیا بعد میں مغل شہنشاہ محمد شاہ نے مبارز خاں کو دکن کا گورنر مقرر کیا۔ لیکن 1724ء میں برار کے مقام پر ''شکر کھیڑا'' کی جنگ میں نظام الملک نے مبارز خاں کو شکست دی اور صوبہ دکن کو فتح کرلیا۔ اس فتح کے اعتراف میں مغل بادشاہ نے ان کو آصف جاہ کے لقب سے نوازا اور اس کی آزادی کا اعلان کیا۔ اس کے بعد سے یہ خاندان آصف جاہی خاندان کے نام سے مشہور ہوا۔ نظام نے اپنے آپ کو چھ صوبوں یعنی بیدر، بیجاپور، برار، اورنگ آباد، خاندیش اور دکن میں حیدرآباد اور اورنگ آباد پایہ تخت کے ساتھ حکمراں ہونے کا اعلان کیا۔

ان کے دور میں نظام الملک مرہٹوں کے ساتھ تنازعہ کا شکار ہوگئے۔ 1728ء میں پالکھیڑ کی جنگ میں پیشوا باجی راؤ نے نظام کو شکست دے دی اور مراہٹوں کو صوبہ دکن میں چوتھ اور سردیشمکھ وصول کرنے کی اجازت دینے پر مجبور کیا۔ نظام الملک ایک اچھے شاعر بھی تھے ''شاکر'' ان کا قلمی نام تھا وہ تلوار اور قلم کے ماہر تھے۔ یکم جون 1748ء میں 76 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔

2. **نظام علی خاں کے بارے میں لکھیئے۔**

جواب: نظام علی خاں، نظام الملک کا چوتھا بیٹا تھا، اس نے اپنے بھائی صلابت جنگ کو معزول کیا اور حیدرآباد کا حکمراں بنا۔ حالات کی اہمیت کا جائزہ لیتے ہوئے 1763ء میں نظام علی خاں نے ریاستی صدر مقام اورنگ آباد کو حیدرآباد منتقل کیا۔ 1766ء میں اس نے انگریزوں کے ساتھ معاہدہ کیا جس کے تحت سریکاکلم کے شمالی سرکار کے علاقے راجمنڈری، ایلورو، مصطفیٰ نگر بشمول گنٹور انگریزوں کے کنٹرول میں چلے گئے۔ نظام علی خاں کو 1767ء میں کھادرا کی جنگ میں مرہٹوں سے شکست ہوئی۔ 1790ء میں مرہٹے، نظام اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے درمیان میسور کے ٹیپو سلطان کے خلاف ایک اتحاد ''اتحاد ثلاثہ'' طے پایا۔ 1790-92ء میں اس اتحاد نے ٹیپو سلطان کو تیسری جنگ میسور میں شکست دی اور نظام کو حصے کے طور پر گتی، کڈپہ اور ایک کروڑ روپے حاصل ہوئے۔ اس کے عوض ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنی ایک مستقل فوج حیدرآباد میں رکھنے پر اتفاق کیا۔ جس کے اخراجات نظام کی جانب سے ادا کیا جانا تھا۔ چوتھی جنگ میسور کے خاتمہ کے بعد اکٹوبر 1800ء میں نظام کا ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ ایک نیا معاہدہ طے پایا۔ یہ دفاعی اور جارحیت پسند معاہدہ ''عہد

معاونت'' کے نام سے مشہور ہوا۔ برطانوی فوج کے اخراجات کے لئے نظام نے کڈپہ' کرنول' اننت پور اور بلاری کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالے کردیا جو حوالہ شدہ اضلاع کہلائے۔ نظام علی خاں کی موت 1803ء میں واقع ہوئی اور ان کا بیٹا سکندر جاہ تخت نشین ہوا۔

3. میر محبوب علی خاں کے بارے میں لکھئے۔

جواب: نظام افضل الدولہ کی وفات کے وقت ان کے لڑکے محبوب علی خاں کی عمر ڈھائی سال تھی۔ وہ 17 اگست 1866ء میں پیدا ہوئے۔ کونسل آف ریجنسی قائم ہوئی جس میں سالار جنگ اول' امیر کبیر' سالار جنگ دوم (میر لائق علی) راجہ نریندر بہادر شہزادے کے سرپرست تھے۔ مرزا آغا بیگ (مرزا غالب کے پوتے) میر محبوب علی خاں کے اتالیق مقرر ہوئے۔ 1884ء میں 18 سال کی عمر میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ ان کے نظم و نسق کی اہم خوبی ریاستی کونسل یا کابینی کونسل کا قیام تھا۔ کابینہ کے دستور کو قانونچۂ مبارک کہا گیا جس میں وزیر اعظم کے اختیارات و فرائض' وزراء کے فرائض اور معتمدین کے فرائض کو بیان کیا گیا تھا۔ قانون سازی کے مقصد سے 1893ء میں 19 ارکان اور صدر کے طور پر وزیر اعظم کے ساتھ قانون ساز کونسل تشکیل دی گئی۔

میر محبوب علی خاں کے انتظامی اصلاحات میں محکمہ مالگزاری میں نظر ثانی' حیدرآباد میں سوتی کپڑے کی صنعت کا قیام' آب پاشی کی سہولتوں کا فروغ' قدیم تالابوں کی مرمت صاف صفائی اور پانی کی سربراہی' ریلوے کی ترقی' محکمہ آبکاری کو مستحکم کرنا' دیسی صنعت و حرفت اور کامرس کی ترقی شامل تھی۔ ان تمام کوششوں کے نتیجہ میں ریاست کی آمدنی میں قابل لحاظ اضافہ ہوا۔ تعلیم کو خاص اہمیت دی گئی صوبہ کے تمام حصوں میں کئی مدرسوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مالگزاری پولیس اور عدالتی محکمہ جات کو نئے طرز پر قائم کیا گیا۔ 1905ء میں وزیر اعظم مہاراجہ کشن پرشاد نے ریاست کو چار صوبوں میں تقسیم کیا جو ورنگل صوبہ' میدک صوبہ' گلبرگہ صوبہ اور اورنگ آباد صوبہ پر مشتمل تھے۔ اس تقسیم کی وجہ سے نظم و نسق آسان ہوگیا۔

4. پولیس ایکشن کے بارے میں لکھئے۔

جواب: 1947ء میں جب انگریزوں نے ہندوستان چھوڑ دیا۔ شاہی ریاستوں کو یہ موقع دیا گیا کہ وہ یا تو ہندوستان میں شامل ہو سکتے ہیں یا پاکستان میں شامل ہو سکتے ہیں یا آزاد رہ سکتے ہیں۔ 1947ء میں وزیر داخلہ سردار ولبھ بھائی پٹیل نے آخری نظام عثمان علی خاں سے ہندوستان میں شامل ہونے کی گزارش کی لیکن انہوں نے انکار کردیا اور اس کے بجائے 15 اگست 1947ء کو حیدرآباد کو آزاد مملکت کے طور پر اعلان کیا۔ حیدرآباد کا خود کو پاکستان کی مدد سے مسلح کرنے کا نظریہ ہندوستانی حکومت نے پسند نہیں کیا۔ سردار پٹیل نے آزاد حیدرآباد کے نظریہ کو ہندوستان کے قلب میں ایک السر (Ulcer) کے طور پر بیان کیا کہ جس کو جراحی سے دور کرنے کی ضرورت ہے۔ بالآخر سردار ولبھ بھائی پٹیل نے حیدرآباد پر کارروائی کی جس کا ٹکنیکل نام آپریشن پولو تھا۔ جسے عام طور پر پولیس ایکشن کہا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ پانچ دن کا آپریشن تھا جو 13 سپٹمبر 1948ء کو شروع ہوا اور 17 سپٹمبر 1948ء کو ختم ہوا۔ یہ بہت اہمیت کا حامل تھا ہندوستانی فوج نے طاقتور ریاست کو حاصل کرلیا اور حیدرآباد کو ہندوستانی یونین میں ضم کردیا گیا۔

نہایت مختصر جوابی سوالات (2 نشانات)

1. کرناٹک کی دوسری لڑائی کے بارے میں لکھئے۔

جواب: نظام الملک کی وفات کے ساتھ ہی جانشینی کی جنگ کا آغاز ہوا۔ اس صورت حال کا فرانسیسیوں اور انگریزوں نے خوب استحصال کیا۔ نظام الملک کے دوسرے بیٹے ناصر جنگ اور پوتے مظفر جنگ کے مابین اقتدار کی کشمکش نے سیاسی الجھن پیدا کردی۔ برطانوی

نامزد کردہ ناصر جنگ نے مظفر جنگ کو شکست دے دی۔لیکن مظفر جنگ نے فرانسیسیوں اور میسور کے راجہ کی مدد حاصل کی اوران کی مدد سے ارکاٹ کی جنگ میں ناصر جنگ کو شکست دے دی۔مظفر جنگ فرانسیسیوں کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن کر فرانسیسی فوج کو حیدرآباد میں رکھنے پر مجبور ہوگئے تھے۔جب مظفر جنگ کا قتل ہوا تو فرانسیسی جنرل بسی نے مظفر جنگ کے ماموں صلابت جنگ کی حمایت کی اورانہیں تخت نشین کروایا۔ انگریز اور فرانسیسی دونوں ہی نے نظام الملک کے جانشینوں کے درمیان داخلی دشمنی کا اپنے نوآبادیاتی توسیع کے لئے فائدہ اٹھایا۔اس طرح کی داخلی دشمنیوں کے نتیجہ میں کرناٹک کی دوسری جنگ (50-1748ء) ہوئی۔

.2 حوالہ شدہ اضلاع کے بارے میں لکھئے۔

جواب: برطانوی فوج کے اخراجات کے لئے نظام نے کڑپہ' کرنول' انت پور اور بلاری کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالے کردیا جو حوالہ شدہ اضلاع کہلائے۔ نظام علی خاں کی موت 1803ء میں واقع ہوئی اوران کا بیٹا سکندر جاہ تخت نشین ہوا۔

.3 رسل بریگیڈ کے بارے میں لکھئے۔

جواب: 1811ء میں ہنری رسل بطور Resident آیا اور انتظامیہ کی تنظیم نو کی۔اس نے فوجی اصلاحات متعارف کروائے۔اور پنڈاریوں' بھیلوں اور زمینداروں کی بغاوتوں کو دبادیا۔اس کے ان اصلاحات کی وجہ سے 1811ء میں ایک جدید فوج کی تشکیل پائی جو رسل بریگیڈ یا حیدرآباد کی عارضی فوج کہلائی۔اس فوج نے 1811ء میں مرہٹوں سے جنگ کے دوران بہت اہم رول ادا کیا۔

.4 برار کی موقوفی کے بارے میں لکھئے۔

جواب: 21 مئی 1853ء میں نظام کو برار کے معاہدہ پر دستخط کرنے کے لئے مجبور کیا گیا۔جس کے تحت برار کے اضلاع دھاراشیو (عثمان آباد) اور رائچور کا دوآبہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالہ کرنا تھا۔کیونکہ نظام نے حیدرآباد عارضی فوج کے اخراجات ادا نہیں کئے تھے۔اس معاہدہ کے بعد نظام کی فوج حیدرآباد عارضی فوج اور برطانوی ہند کی امدادی فوج کے نام سے منظّم کی گئی۔ ناصر الدولہ کی وفات 16 مئی 1857ء میں اس وقت ہوئی جب کہ شمالی ہند میں فوجی بغاوت 1857 کے شعلے بھڑک اٹھے تھے۔

.5 جامعہ عثمانیہ کے بارے میں لکھئے۔

جواب: یہ حیدرآباد کی ایک اہم جامعہ ہے جس کو میر عثمان علی خاں نے قائم کیا۔ یہ جنوبی ہند کی تیسری قدیم یونیورسٹی ہے اور ریاست حیدرآباد کی پہلی یونیورسٹی ہے۔ یہ ہندوستان کی پہلی یونیورسٹی تھی جس کا ذریعہ تعلیم اُردو تھا۔لیکن انگریزی ایک لازمی مضمون تھا۔ 2012ء تک اس یونیورسٹی میں 80 ممالک سے 3700 بین الاقوامی طلباء شریک تھے۔ یہ دنیا کی بڑی جامعات میں سے ایک ہے جس کے کیمپوں اور ملحقہ کالجوں میں طلباء کی تعداد 3 لاکھ سے زائد ہے۔

.6 عہد معاونت کے بارے میں لکھئے۔

جواب: چوتھی جنگ میسور کے خاتمہ کے بعد اکٹوبر 1800ء میں نظام کا ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ ایک نیا معاہدہ طے پایا۔ یہ دفاعی اور جارحیت پسند معاہدہ ''عہد معاونت'' کے نام سے مشہور ہوا۔

7 یونٹ

سماجی۔ثقافتی اور سیاسی بیداری

مختصر جوابی سوالات (5 نشانات)

1. **تلنگانہ میں لائبریری تحریک پر تبصرہ کیجئے۔**

جواب: لائبریری تحریک تلنگانہ میں پہلی سماجی تحریک سمجھی جاتی ہے۔حیدرآباد میں کئی لائبریریوں کا آغاز ہوا جس نے عام آدمی کی خواندگی اور معلومات میں اضافہ کیا۔لائبریری' علم کے مراکز سمجھے جاتے ہیں۔لیکن نظام حکومت اور سرکاری عہدیداروں نے لائبریریوں کے قیام کی ہمت افزائی نہیں کی اور اس کے برعکس لائبریری شروع کرنے والوں کو قید کیا گیا۔حکومت کی جانب سے کئی رکاوٹوں اور تحدیدات کے باوجود لائبریریوں نے عوام میں بیداری پیدا کرنے میں مدد دی۔

تلنگانہ میں پہلی لائبریری کا قیام سکندرآباد میں''سوماسندرامدالیار'' نے عمل میں لایا۔1872ء میں موڈی گنڈہ شنکرا چاریہ نے شنکرمٹھ میں شنکرانندہ لائبریری اور''سرواجنینا'' لائبریری سکندرآباد میں قائم کی۔ملاعبدالقیوم نے 1892ء میں آصفیہ سنٹرل لائبریری قائم کی۔کومراجو لکشمن راؤ' حیدرآباد میں لائبریری تحریک کے بانی تھے اور یہ تحریک سارے تلنگانہ میں پھیلی۔انہوں نے تلگو زبان کی ترقی کے مقصد سے سلطان بازار میں' سری کرشنا دیوارایا بھاشا نیلائم' قائم کیا۔اس نے لائبریری تحریک کی ہمت افزائی کی اور تلنگانہ تہذیب کی تعمیر نو میں مدد کی۔ہنمکنڈہ' ضلع ورنگل میں' راجہ راجہ نریندرآندھرا بھاشا نیلائم' لائبریری 1904ءمیں قائم کی گئی۔سلطان بازار میں مراٹھی لائبریری 1901ء میں داموددھر ستوالیکر اور کیشوراؤ کورٹکر نے شروع کی۔اس سے مرہٹی زبان کے ارتقاء میں مدد ملی۔''آندھرا سموردھنی'' لائبریری سکندرآباد میں 1905ء میں شروع کی گئی جس سے لوگوں کی معلومات میں اضافہ ہوا۔تلنگانہ میں جدید تعلم کی ترقی کے لئے' کومراجو لکشمن راؤ' روی چیٹو رنگاراؤ نے 1906ء میں لائبریری تحریک کے ایک حصے کے طور پر ایک تنظیم''وگنانا چندریکا منڈلی'' قائم کی۔انہوں نے کہانیوں کے تحریری مقابلوں کے انعقاد کے ذریعے کئی مصنفین کی ہمت افزائی کی اور تلگو زبان میں تاریخ' ادب' سائنس اور دیگر کتابوں کی اشاعت کے ذریعے علم کو پھیلانے میں مدد دی۔1910ء میں کھمم میں' آندھارا بھاشا نیلائم' قائم کی گئی۔'پرتاپ رودرا آندھرا بھاشا نیلائم' مدی کونڈہ ورنگل میں اور 1918ء میں ریڈی ہاسٹل لائبریری شروع کی گئی۔

2. **نظام ریاست میں بھاگیہ ریڈی ورما کی قیادت میں چلنے والی سماجی اصلاحی تحریک پر ایک مختصر نوٹ لکھئے۔**

جواب: بھاگیہ ریڈی ورما کی پیدائش 1888ء میں حیدرآباد میں ہوئی۔ان کے والد مداری وینکیا اور والدہ رنگا ما تھے۔ان کے استاد نے ان کے پیدائشی نام مداری بھاگیا کو بھاگیہ ریڈی سے بدل دیا۔جب کہ آریا سماجی کارکن باجی کرشنا راؤ نے احتراماً''ورما'' کا لقب دیا۔ بھاگیہ ریڈی ورما کم عمری میں ہی گھر سے نکل آئے اور ایک کیتھولک چرچ میں ٹینس بال بوائے کا کام کیا۔بعد میں انہوں نے الکٹریشن کی حیثیت سے کام کیا۔انہوں نے اپنی بیشتر زندگی پسماندہ طبقات کی ترقی کے لئے کام کیا اور انہوں نے اس عمل میں برہما سماج اور آریا سماج میں شرکت اختیار کی۔انہوں نے ایک نظریہ پیش کیا جس کے مطابق پسماندہ ذات کے لوگ حقیقی ہندوستانی نسل سے ہیں اور

اعلیٰ طبقات آریائی ہیں جو ہندوستان میں داخل ہوئے اور پسماندہ ذاتوں کے لوگوں پر مظالم ڈھا رہے ہیں۔انہوں نے کہا ان پسماندہ ذات کے لوگوں کو قومی سطح پر ''آدی ہندو'' اور ریاستی سطح پر ''آدی آندھرا'' کہا جائے۔انہوں نے 1906ء میں ''جگن مترا منڈلی'' اپنے دوستوں کے ساتھ شروع کی اور ثقافتی سرگرمیوں کے انعقاد مالا جنگاؤں کے اور ہری داسوں کے ساتھ ہری کتھاؤں کے ذریعہ اچھوت (چھوت چھات) کے خلاف لڑائی کی۔ بھاگیہ ریڈی ورما نے ذات پات کے نظام پر تنقید کی اور بدھ کے اصولوں کو اپنایا۔جگن مترا منڈلی کے لوگ ویسا کھا پورنمی کے موقع پر بدھ کا یوم پیدائش اور دوسرے تہوار جیسے ''نندسر چوک میلہ'' وغیرہ مناتے تھے۔

3. **نظام راشٹرا آندھرا مہا سنگھم کی سرگرمیاں بیان کیجئے۔**

جواب: نظام راشٹرا جنا سنگم 1921ء میں شروع کیا گیا۔نظام اسٹیٹ کانفرنس کا انعقاد 11 نومبر 1921ء کو ویویک وردھنی ہال میں عمل میں آیا۔اس اجلاس میں تمام مقررین نے ہندی، اردو، انگریزی اور مرہٹی زبانوں میں تقریر کی۔لیکن جب ایک وکیل عالم پلی وینکٹ راؤ نے تلگو میں تقریر شروع کی تو تمام حاضرین جلسہ نے ہنسنا شروع کیا اور ان پر تنقید کی۔اس توہین پر وہ دیگر تلگو مقررین کے ساتھ ہال چھوڑ کر چلے گئے۔اس رات ان تمام نے ماڈاپاٹی ہنمنت راؤ، مرجولہ راما کرشنا راؤ، منڈوماله نرسنگ راؤ، ادی راجو ویرا بھدرا راؤ کے ساتھ مل کر ٹیکمال رنگا راؤ کی رہائش گاہ پر 12 ارکان کے ساتھ آندھرا مہا جنا سنگم تشکیل دیا۔آندھرا مہا جنا سنگم کا پہلا اجلاس کونڈا وینکٹ رنگا ریڈی کی قیادت میں 14 فبروری کو منعقد ہوا جہاں انہوں نے اس کا نام بدل کر نظام راشٹرا جنا سنگم رکھا۔اس کی ایک ذیلی تنظیم ''آندھرا پریشودھکا منڈلی'' قائم کی گئی جس کا اہم مقصد مسودوں اور کتبات کو جمع کرتے ہوئے تاریخ کو دوبارہ تحریر کرنا تھا۔ کومراجو لکشمن راؤ کی موت کے بعد اس تنظیم کا نام بدل کر ''لکشمن رایا پریشودھکا منڈلی'' رکھا گیا۔تمام تنظیموں کو مربوط کرنے کے لئے ایک مرکزی انجمن ''آندھرا جنا کیندرا سنگم'' تشکیل دی گئی۔اس کا پہلا اجلاس یکم اپریل 1924ء میں ہنمکنڈہ میں منعقد ہوا۔اس تنظیم نے تلگو زبان کی ترقی اور تحقیقی سرگرمیوں کے ذریعہ تلگو زبان کو نمایاں کرنے کا کام کیا۔

نہایت مختصر جوابی سوالات (2 نشانات)

1. **سوراورم پرتاپ ریڈی کے بارے میں لکھئے۔**

جواب: سوراورم پرتاپ ریڈی نے 1926ء میں اخبار ''گولکنڈہ'' شروع کیا اور یہ تلنگانہ کا مشہور اخبار بن گیا۔ اس میں آندھرا مہا سبھا کے کام اور گرندھالیہ ادھیامم (لائبریری تحریک) شائع کئے جاتے تھے۔ اس اخبار نے لوگوں میں سیاسی، ثقافتی بیداری پیدا کرنے میں کلیدی رول انجام دیا۔ 1966 میں اس اخبار کو بند کر دیا گیا۔

2. **آندھرا مہیلا سبھا پر بحث کیجئے۔**

جواب: آندھرا مہیلا سبھا، آندھرا مہا سبھا کی خواتین کی شاخ تھی۔کئی سماجی مصلحین نے خواتین کی ترقی کے لئے کوشش کی۔پہلی آندھرا مہا سبھا کی ایک منفرد خاصیت خواتین کی کانفرنس تھی جو آندھرا مہیلا سبھا کہلائی۔اس کے اجلاس آندھرا مہا سبھا کے اجلاسوں کے ساتھ منعقد کئے گئے۔آندھرا مہیلا سبھا کے کام سے تلنگانہ میں خواتین کا شعور بیدار رہا۔کئی مصلحین آگے آئے اور انہوں نے خواتین کی بہتری کے لئے کام کیا۔وہ قومی تحریک کے بھی سرگرم شرکاء تھے۔انہوں نے چند برائیوں جیسے پردہ، ناخواندگی، بچوں (بچپن) کی شادیاں، لین دین (جہیز) کے خلاف اور بیواؤں کی دوبارہ شادی، تلگو میڈیم میں لڑکیوں کی تعلیم کے لئے کام کیا۔

3. **چاندا ریلوے اسکیم کے بارے میں لکھئے۔**

جواب: ''چاندا ریلوے اسکیم'' کو تلنگانہ کی تاریخ میں پہلی سیاسی تحریک سمجھا جاتا ہے۔حیدرآباد میں پہلی ریلوے لائن کی تجویز واڈی اور

سکندرآباد کے درمیان تھی۔لیکن 1883ء میں نظام حکومت نے اس کو مہاراشٹرا میں چاندا تک توسیع دینے کا فیصلہ کیا اور اس کی ذمہ داری برطانوی کمپنی کو دی۔اس ریلوے لائن کا تلنگانہ کے لئے کوئی خاص استعمال نہیں تھا اور لاگت زیادہ تھی۔ 1883ء میں چاندا ریلوے اسکیم کے منصوبے کا افشاء ہوگیا' لیکن اسکیم کی تفصیلات کو عام نہیں کیا گیا۔اس سے کئی شبہات اور افواہوں کا بازار گرم ہوگیا۔ جب اس اسکیم کو حکومت کی جانب سے عملی جامہ پہنایا جانے والا تھا شہر حیدرآباد کے معززین نے ایک کمیٹی اس اسکیم کی خوبیوں کو جانچنے کے لئے بنائی۔

4. **آندھرا یونتی منڈل کے بارے میں لکھئے۔**

جواب: اس کا قیام حیدرآباد میں برکت پورہ میں 1935ءمیں کارکنوں کے ایک گروپ جیسے ڈاکٹر لکشمی نرسماں' یلپر اگا ڈاستیا کماری' یلند ولا سرسوتی دیوی' سنگم لکشمی بائی کے ذریعے عمل میں آیا۔مخالف نظام جدوجہد کی وجہ سے سنگم لکشمی بائی ''تلنگانہ جھانسی لکشمی'' کے نام سے جانی جاتی ہے جس کو قید کردیا گیا تھا۔ پرمیلا بائی کی قیادت میں 1937ء میں قائم ہونے والے ''نوجیون منڈلس'' نے تلنگانہ علاقہ میں خواتین کی ترقی کے لئے کام کیا۔

5. **بی۔ایس وینکٹ راؤ کے بارے میں لکھئے۔**

جواب: بی۔ایس وینکٹ راؤ کی پیدائش 1896ء میں حیدرآباد میں ہوئی۔ان کا اصلی نام ''بٹولہ آشیا'' تھا۔انگریزی' تلگو' اردو' فارسی اور مرہٹی میں روانی ہونے کی وجہ سے انہوں نے نظام گورنمنٹ انجینئرنگ کالج میں کام کیا۔ بعد میں سرکاری دفتر میں پی ڈبلیوڈی افسر مقرر ہوئے۔جیوتی با پھولے کے اصولوں سے متاثر ہوکر انہوں نے ''آدی دراوڈ سنگھم'' دلتوں کے حقوق کے لئے لڑنے اور دیوداسی نظام کی مخالفت کرنے کے لئے شروع کیا۔انہوں نے 43ویں آدی ہندو کانفرنس کے قائد کے طور پر ایم۔ایل آدیا کی مدد سے کام کیا۔ آدی ہندو مہا سبھا 1927ء میں تشکیل پائی اور آدی ہندو لائبریری بھی قائم کی گئی۔ 1935ء میں وینکٹ راؤ نے امبیڈکر کی رہنمائی میں دلت یوتھ میٹنگ منعقد کی اور انہوں نے 1936ء میں امبیڈکر یوتھ لیگ قائم کی۔

6. **اریگے راما سوامی کے متعلق لکھئے۔**

جواب: ذات پات کے نظام کے خلاف لڑائی میں راما سوامی نے کلیدی رول ادا کیا۔ان کی پیدائش ضلع رنگا ریڈی میں ہوئی اور سکندرآباد میں اپنی تعلیم مکمل کی۔انہوں نے آفس بوائے' کارپینٹر اور نظام ریلویز کے لئے ٹکٹ کلکٹر کا کام کیا۔ برہما سماج کے اصولوں سے متاثر ہوکر انہوں نے 'سنیتا بالا سماج' شروع کیا اور جانوروں کی قربانی' جوگنی' بچپن کی شادیوں کے خلاف لڑائی کی۔ 1922ء میں انہوں نے ''آدی ہندو جاتی اُنتی سبھا'' قائم کی جس نے ہندو سماج کی بہتری اور دیوداسی نظام کے خاتمے کے لئے کام کیا۔

یونٹ 8

تلنگانہ میں قبائیلی اور کسان تحریک

مختصر جوابی سوالات (5 نشانات)

1. رام جی گونڈ کی بغاوت کے بارے میں لکھئے۔

جواب: دکن کے وائسرائے نے مغل بادشاہ اورنگ زیب سے پانچ صوبوں کے ساتھ برار کا نظم ونسق حاصل کیا۔ سن 1769ء میں حیدرآباد کو حیدرآباد (دکن) کا دارالحکومت بنایا گیا اس سے قبل دارالحکومت اورنگ آباد تھا۔ تب سے اس ریاست کو حیدرآباد ریاست کے نام سے جانا جاتا ہے اور حکمراں آصف جاہی (نظام) تھے۔ جس میں آصف جاہی (نظام) برار ریاست میں عادل آباد ضلع شامل تھا۔ ان سیاسی تبدیلیوں نے گونڈوں کو مانک گڑھ کے قلعے پر قبضہ کرنے میں مدد دی۔ یہ گونڈوں کی پہلی کامیابی تھی۔ اس کے نتیجہ میں سرپور جو گونڈوں کی قدیم نشست تھی آصف جاہی حکمرانوں کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ اس طرح انگریزوں نے 1853ء میں نظام اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے مابین معاہدہ کے ذریعے برار حاصل کرلیا۔ اس معاہدہ کو لوگوں نے پسند نہیں کیا۔ 1853 سے 1860ء کے درمیان گونڈ قبائل اور روہیلوں نے برطانوی حکومت کے خلاف بغاوت کی۔ یہ بغاوت 1857ء کی بغاوت کے دوران شمالی ہندوستان میں پیش آنے والے واقعات کے ساتھ ہم آہنگ ہوگئی۔ روہیلوں کو شمالی ہندوستان میں بھی بے دخل کردیا گیا وہ دکن علاقے میں گھس آئے۔ انہوں نے اپنے قائدین رام جی اور حاجی روہیلہ کی قیادت میں نرمل، اوٹنور، چنور، آصف آباد اور عادل آباد میں بغاوت کی۔

رام جی گونڈ قبائیلیوں کا ایک غیر معمولی رہنما تھا۔ گونڈ روہیلے تلگو اور مرہٹہ فوجیوں پر مشتمل ایک مضبوط فوج تھی۔ اس نے عادل آباد اور آس پاس کے پورے علاقے کو آزاد کرایا اور کچھ دن تک آزادانہ طور پر حکمرانی کی۔ جس کا دارالحکومت نرمل تھا تاہم وہ زیادہ عرصہ تک اس علاقہ پر حکمرانی نہیں کرسکا۔ کرنل رابرٹ کی قیادت میں برطانیہ (40ویں رجمنٹ) اور نظام کی مشترکہ افواج نے گونڈوں پر حملہ کیا۔ گونڈوں نے گوریلا طریقہ جنگ کو اپنایا اور کچھ علاقوں میں مشترکہ فوج کو شکست دی۔ تاہم، گونڈوں کو انگریزوں سے بالآخر شکست ہوگئی۔ رام جی گونڈ اپنے 1000 گوریلاؤں کے ساتھ اجتماعی پھانسی میں مارا گیا۔ انہیں برگد کے بڑے درخت کی شاخوں پر لٹکادیا گیا۔ جسے ''وئیی ورولا مری'' (Veyyi Verula Marri) (ہزار ناک کی برگد کا درخت) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ رام جی گونڈ کے اعزاز میں اب ایک یادگار نرمل قلعے میں تعمیر کی گئی ہے۔

2. حیدرآباد ریاست میں کمیونسٹ پارٹی کے ظہور کے بارے میں لکھئے۔

جواب: ریاست حیدرآباد میں سیاسی بیداری 1920ء میں شروع ہوئی تھی۔ متوسط شہری طبقے کے دانشوروں نے 1930ء میں جوگی پیٹ میں آندھرا مہا سبھا تشکیل دی۔ اس کے پہلے اجلاس کی صدارت سوراورم پرتاپ ریڈی نے کی تھی جو عوام کے ثقافتی سماجی اور سیاسی مفادات کو فروغ دینے کے لئے لبرل تنظیم کے طور پر شروع ہوئی تھی اس کا اہم مقصد ریاست حیدرآباد میں تلگو زبان اور ثقافت کو

مناسب مقام دلانا تھا۔آندھرا مہا سبھا نے ابتدا میں انتظامی اصلاحات، مزید تعلیمی ادارے، شہری آزادیاں، متوسط طبقہ کو زمینی مراعات، ویٹی کے خاتمے کا مطالبہ کیا۔

1938ء میں حیدرآباد اسٹیٹ کانگریس کا قیام سوامی رامانند تیرتھا نے کیا تھا۔حکومت نے یہ اعلان کیا کہ اسٹیٹ کانگریس ایک غیر قانونی تنظیم ہے۔رامانند تیرتھا کے مشورے پر روی نارائن ریڈی، بادام یلا ریڈی، کالوجی نارائن راؤ نے پابندی کو ہٹانے کے لئے حکومت پر دباؤ ڈالنے کے لئے ستیہ گرہ شروع کی۔اس کے بعد وہ سوشلسٹ نظریات کی جانب راغب ہوئے۔ان رہنماؤں کے ساتھ دیولا پلی وینکٹیشور راؤ، سرودیو پاٹلہ، رامانادھم اور چیراوری لکشمی نرسمہا، اروتلا رام چندرا ریڈی شامل ہو گئے۔جنہیں عثمانیہ یونیورسٹی نے 1938ء میں وندے ماترم تحریک میں شرکت کی بنا پر یونیورسٹی سے خارج کر دیا تھا۔

3. **تلنگانہ میں کسان مسلح جدوجہد کے اہم واقعات کی جانچ کیجئے۔**

جواب: ہندوستان کی بیسویں صدی کی تاریخ میں تلنگانہ کسان جدوجہد عسکریت پسندی اور لگن میں بے مثال تھی۔چینی انقلاب کے بعد یہ ایشیاء میں دوسری بڑی زرعی بغاوت تھی۔ابتداء میں یہ تحریک جبری مزدوری اور زمینداروں کے ذریعے غیر قانونی اخراج کے خلاف تھی۔بعد میں یہ تحریک نظام مخالف اور مخالف جاگیردارانہ جدوجہد میں تبدیل ہوگئی۔یہ تحریک 51-1946ء کے درمیان سابقہ ریاست حیدرآباد کے تلنگانہ خطے میں ہوئی۔آندھرا مہاسبھا اور ہندوستان کی کمیونسٹ پارٹی کے ذریعہ شروع کی جانے والی یہ جدوجہد، زمین، معاش اور آزادی کے لئے ایک جدوجہد تھی۔جس میں لگ بھگ 4500 افراد نے اپنی جانوں کی قربانی دی۔اس عظیم جدوجہد کے رہنما روی نارائن ریڈی، بادام یلا ریڈی، اروتلا رام چندرا ریڈی، مخدوم محی الدین، بھیم ریڈی، نرسمہا ریڈی، نلا نرسملو، دھرما بھکشم وغیرہ تھے۔

1. **عظیم حکمران:** اس جدوجہد میں خواتین مردوں سے پیچھے نہیں تھیں۔چٹیالا ائیلماں، ملوسوراجیم، ارتلا کملا دیوی، روی سیتا، بریجورانی گوڑ، وپالا واکماری، سرجو بہن اور دوسروں نے حصہ لیا۔

2. **نظام ریاست کا سیاسی، معاشی، سماجی پس منظر:** حیدرآباد ریاست ہندوستان کی بڑی شاہی ریاستوں میں سے ایک تھی۔میر عثمان علی خاں آصف جاہ نظام ہفتم نے 1911 سے 1948ء تک ریاست پر حکمرانی کی۔وہ دنیا کے سب سے زیادہ دولت مند حکمرانوں میں سے ایک تھے۔ریاست حیدرآباد سہ لسانی علاقوں تلنگانہ کے 8 تلگو بولنے والے اضلاع مراٹھواڑہ کے 5 مرہٹی بولنے والے اضلاع اور تین کناڈا (کنڑی) بولنے والے اضلاع پر مشتمل تھی۔

3. **نظام ریاست کی معیشت:** چونکہ نظام ایک مسلمان تھے اردو کو تمام سطحوں پر عدالتوں اور انتظامیہ کی زبان بنایا گیا۔اور ابتدائی مرحلے سے ذریعہ تعلیم بھی بنایا گیا۔تقریباً 94% لوگ ناخواندہ تھے۔ریاست کا سیاسی منظر نامہ خودمختارانہ تھا۔کسی بھی سطح پر کوئی منتخب ادارہ موجود نہیں تھا۔نظام کی اپنی ایک نامزد مشاورتی کونسل اور اگزیکیٹو کونسل تھی۔انہوں نے ناظموں (شہری رابطہ کار) (Civil coordinator)، محکمہ جات کے معتمدین کا تقرر کیا۔ناظموں کے فرمانوں کا ویسا ہی اثر تھا جیسے مقننہ یا عاملہ کے حکمنامہ کا ہوتا ہے۔علاقوں میں شہری آزادی مکمل طور پر نہیں تھی۔اوپری سطح سے نچلی سطح تک افسروں کی خودمختار حکمرانی تھی۔ریاست حیدرآباد کی کل آبادی میں مسلمان 12 فیصد تھے۔لیکن 90 فیصد ملازمتیں مثلاً مالگزاری (Revenue)، محصول، پولیس، اکسائز، جنگلات، صحت وغیرہ صرف مسلمانوں ہی سے بھری ہوئی تھیں۔ہندو عوام کی بھاری اکثریت کی زبان اور ثقافت کے نظام نے دبا دیا تھا۔

4. **انڈین یونین کی جانب سے پولیس ایکشن (1948) کو بیان کیجئے۔**

جواب: ہندوستانی حکومت نے نظام کو ہندوستانی یونین میں شامل ہونے پر مجبور کرنے اور کمیونسٹوں کی قیادت میں تلنگانہ کسان جدوجہد کو کچلنے کے دو مقاصد کے ساتھ مداخلت کرنے کا فیصلہ کیا۔ ہندوستان فوج نے 13 ستمبر 1948ء کو چاروں طرف سے ریاست حیدرآباد کی طرف مارچ کیا۔ نظام نے 17 ستمبر کو 5 دن کے اندر ہتھیار ڈال دیئے۔ ریاست حیدرآباد کو انڈین یونین میں ضم کر دیا گیا۔

ہندوستانی حکومت کے خلاف جدوجہد کا تسلسل: کمیونسٹ، پولیس ایکشن کے بعد تلنگانہ جدوجہد کے مستقبل کے بارے میں منقسم تھے۔ وہ جدوجہد کے جاری رکھنے یا دستبردار ہونے کے بارے میں سوچنے لگے۔ تاہم ہندوستان کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی نے ڈسمبر 1950ء کو زمینداروں کے خلاف تلنگانہ کسانوں کی حاصل کردہ کامیابیوں کے دفاع کے لیے جدوجہد جاری رکھنے کے لیے ایک قرارداد منظور کی۔

نہایت مختصر جوابی سوالات (2 نشانات)

1. صرف خاص کے بارے میں لکھئے۔

جواب: صرف خاص ایک جاگیر تھی جو نظام خود کے لئے تفویض کئے تھے جس کا رقبہ 10,000 مربع میل پر مشتمل تھا۔ جو نظام سلطنت کے کل رقبے کا 10% تھا۔ صرف خاص ایک عربی لفظ ہے جس کے معنی ''ذاتی اور نجی اخراجات'' کے ہیں۔ دارالشفا نظام علی خاں نظام کے دور میں صرف خاص کا صدر مقام تھا۔

2. ویٹی نظام کے بارے میں لکھئے۔

جواب: نظام ریاست میں ویٹی چاکری یعنی مفت اور جبری مزدوری کا طریقہ رائج تھا۔ دیہی علاقوں میں جاگیردار، پٹیل، پٹواری اور سرکاری عہدیداروں نے عوام کا مختلف انداز میں استحصال کیا۔ متعدد پیشہ ور طبقے جیسے دھوبی، حجام، بڑھئی، سنار اور دیگر ذاتوں کو مفت خدمت کرنے پر مجبور کیا گیا۔

نچلی ذاتیں جیسے مالا، مادیگا س جو قرض کی ادائیگی تک اپنی مزدوری جاری رکھنے اور قرض دہندگان کے لئے کام کرنے کی پابند ہوتی تھیں اس کام کی اجرت کو بطور قرض کاٹ لیا جاتا تھا۔ انہیں بھگیلا (بندھوا مزدور) کہا جاتا تھا۔ لیکن اجرتیں بہت کم تھیں اور سود بہت زیادہ جس کی وجہ سے قرض اسی طرح باقی رہ جاتا تھا۔ جب (بندھوا مزدور) بھاگیلا فوت ہو جاتا تو قرض اس کے وارث کو وراثت میں ملتا تھا۔ جاگیردار امراء کسانوں سے ''ناگو'' (Nagu) (دھان پر زیادہ سود) وصول کرتے تھے۔

3. پائیگاہ کے بارے میں لکھئے۔

جواب: پائیگاہ ایک ایرانی لفظ ہے جس کے معنی ہیں ''پاؤں'' یا اصطبل۔ اس اصطلاح کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو گھڑسوار سپلائی کرتے ہیں۔ ریاست کو مسلح افواج کی سپلائی کے عوض یہ جاگیر ریاست کے ایک اعلیٰ خاندان کو دی جاتی تھی۔ یہاں تین بڑے پائیگاہ اسٹیٹ تھے۔ یہ عثمان جاہ، خورشید جاہ اور وقار العمر خاندان تھے۔ پائیگاہ کو دیوانی کنٹرول سے مستثنیٰ کر دیا گیا تھا اور اپنی داخلی انتظامیہ کو برقرار رکھا تھا۔

4. ڈوڈی کمریا کی شہادت کے بارے میں لکھئے۔

جواب: قدیم جنگاؤں تعلقے کے کڈاونڈی گاؤں میں سنگم کے ارکان نے وشنورو دیشمکھ کے خلاف جلوس نکالا۔ دیش مکھ کے غنڈوں نے بندوقوں سے دیش مکھ گڑھی سے فائرنگ کر دی جس میں 14 جولائی 1946ء کو ڈوڈی کمریا ہلاک ہوا اور متعدد لوگ زخمی ہو گئے۔

اس واقعے نے بڑے پیمانے پر عسکریت پسند جدوجہد کو جنم دیا۔ چند ہفتوں میں یہ تحریک نلگنڈہ، ورنگل اور کھمم اضلاع کے 300 سے 400 دیہاتوں تک پھیل گئی۔ گاؤں گاؤں میں سنگم قائم کئے گئے اور کمریا کے گیت گاتے ہوئے جلوس نکالے گئے۔ جلد ہی پروپگنڈہ مہمات منظّم کئے گئے۔ جدوجہد کے پیغامات کے ساتھ ثقافتی گروپس تشکیل دئے گئے اور ان گروپس نے گاؤں گاؤں جاکر لوگوں میں شعور بیدا کیا۔ کمیونسٹ پارٹی کے ثقافتی محاذ پر جاناٹیامنڈلی اپنے نظریہ کو براکتھا روایت کے ذریعہ عام کیا۔ ''ما بھومی'' ڈرامے نے جاگیرداروں کے خلاف تلنگانہ کسان کی جدوجہد کی تصویرکشی کی۔ سدالہ ہنمنتو اور ایلکا پلی یادگیری نے اپنی تحریروں کے ذریعہ لوگوں کو متاثر کیا۔

5. محصول کے نظام کے بارے میں لکھئے۔

جواب: 1910 سے 1940 تک درمیان زمینات کی منتقلی میں کافی اضافہ ہوا۔ بالخصوص 1929 سے 1933ء کے عظیم بحران کے دوران بہت ساری زمینیں جو کسانوں کی ملکیت تھیں غیر کاشت کار لوگوں جیسے برہمن، مارواڑی، ساہوکاروں اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں منتقل ہوگئیں۔

دوسری جنگ عظیم کی وجہ سے پیدا ہونے والی قلت پر قابو پانے کے لئے نظام نے 1943ء میں دھان پر لازمی محصول عائد کیا۔ زمیندار اپنی طاقت اور اثر ورسوخ کی وجہ سے اس سے بچ گئے لیکن کسانوں کو اپنے اخراجات پر دھان کو مارکٹ میں لانے پر مجبور کیا گیا۔ وزن بھی بے قاعدہ اور قیمتیں بھی مارکٹ کی قیموں سے کافی کم تھیں۔

6. چٹیالا ایلما کے بارے میں لکھئے۔

جواب: تلنگانہ تحریک ایلماں کی زمین کے لئے جدوجہد (40-1944ء) کے دوران کافی مقبول ہوئی۔ چاکلی ایلما ایک دھوبن تھی جو پالاکرتی گاؤں کی رہنے والی اور سنگم کی ایک سرگرم رکن تھی۔ وہ مقطعہ دار اتم راجو راگھوراؤ سے چار ایکر اراضی لیز پر حاصل کی تھی۔ وشنور دیشمکھ نے اس کی زمین پر قبضہ کرنے کی کوشش کی اور اپنے غنڈوں کو ایلما کی فصل کا محاصرہ کرنے کے لئے بھیج دیا۔ اس نے مزاحمت کی اور سنگم کے تعاون سے حملے کا مقابلہ کیا اور انہیں بھاگنے پر مجبور کردیا اس واقعہ نے لوگوں میں نئی روح پھونک دی اور یہ تلنگانہ جدوجہد کی لوک کہانیوں کا حصہ بن گیا۔

7. قبائیلیوں کی زمینی فروختگی کے بارے میں لکھئے۔

جواب: لالچی غیر قبائیلی جیسے مراٹھا، کمپٹی، ساہوکار اور بنجاروں نے اضلاع نانڈیڑ اور پربھنی سے قدیم عادل آباد ضلع میں داخل ہونا شروع کیا۔ اس کا سبب شاہراہوں اور ترسیلی ذرائع میں بہتری تھا۔ انہوں نے یہاں آکران قبائیلیوں کی زمینات کو خریدنا شروع کیا۔

8. بھگیلا یابندھوا مزدور کے بارے میں لکھئے۔

جواب: نچلی ذاتیں جیسے مالا، مادیگا جو قرض کی ادئیگی تک اپنی مزدوری جاری رکھنے اور قرض دہندگان کے لئے کام کرنے کی پابند ہوتی تھیں۔ قرض ادا ہونے تک ان کو ان کے پاس کام کرنا پڑتا تھا۔ ان کو بھگیلا یابندھوا مزدور کہا جاتا تھا۔

9 یونٹ

حیدرآباد میں آزادی کی تحریک: 1857 تا 1947ء

مختصر جوابی سوالات (5 نشانات)

1. حیدرآباد ریاست میں سودیشی تحریک پر ایک مختصر نوٹ لکھئے۔

جواب: یہ تحریک تلک نے مہاراشٹرا کے علاقے میں شروع کی۔ اس تحریک کا حیدرآباد پر بھی اثر پڑا۔ کیشو راؤ کوراٹکر کے مہاراشٹرا کے رہنماؤں سے گہرے تعلقات تھے۔ سودیشی تحریک کے بارے میں کئی اجلاس منعقد کئے گئے۔ جن میں بیرونی اشیاء کے بائیکاٹ کی وکالت کی گئی۔ دامودر ستیہ لیکر نے حیدرآباد کا دورہ کیا۔ جس کی وجہ سے حیدرآباد کے ریزیڈنٹ نے ان کا نام مشتبہ افراد کی فہرست (بلیک لسٹ) میں شامل کیا۔ ویایم شالاؤں نے بھی نوجوانوں کو انتہا پسندی کی تربیت دی۔ کافی ہتھیار بھی دستیاب تھے۔ بنگالی نوجوانوں نے بھی حیدرآباد کا دورہ کیا۔ سودیشی تحریک اور گنیش اتسو نے نظام پر دباؤ ڈالا کہ وہ سودیشی تحریک کو منتشر کردیں۔ لیکن حیدرآباد عوام نے خوشی خوشی سودیشی تحریک کو قبول کرلیا۔

سودیشی تحریک نے عوام میں یہ تشہیر کی کہ وہ صرف وہی اشیاء خریدیں جن پر وندے ماترم کا نشان چسپاں ہو۔ عظیم رہنماؤں کی سوانح حیات گاؤں اور شہروں میں سنائی گئیں۔ لیکن نظام سرکار نے یہ فرمان جاری کردیا کہ جن لوگوں نے حیدرآباد کا دورہ کیا ہے ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔ بنگالی انتہا پسندوں نے حیدرآباد ریاست کے مختلف علاقوں کے نوجوانوں سے اچھے تعلقات استوار کرلئے تھے۔

عوام کو سیاسی تحریک کی طرف راغب کرنے کے لئے پوری ہندو برادری کو بھجن گروپ کے ذریعہ متحد کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن محبوب نگر کی بھجن منڈلی کو نظام سرکار کی طرف سے زبردستی بند کروادیا گیا۔ 1910ء میں 20 نومبر کو حکومت نے اپنے افسروں کو سودیشی تحریک کے خلاف اہم احکامات جاری کئے۔ اتنا زیادہ دباؤ رہنے کے باوجود یہ تحریک حیدرآباد میں پھیل رہی تھی۔ حیدرآباد میں فیکٹ آف رولس نامی تنظیم نے اپنے اشتہارات کھلے عام جاری کئے جس میں انہوں نے لوگوں کو صرف سودیشی غذا کھانے پر زور دیا۔ لائبریریاں اجلاس منعقد کرنے کے اڈوں میں تبدیل ہوگئیں۔ اور سودیشی تشہیر میں مدد کرنے لگے۔

2. حیدرآباد میں خلافت تحریک کے بارے میں واضح کیجئے۔

جواب: پہلی جنگ عظیم کے بعد ساری دنیا کے مسلمانوں نے خلیفہ کی حمایت میں خلافت تحریک چلائی۔ ہندوستان میں اس تحریک کی رہنمائی علی برداران کررہے تھے۔ حیدرآباد میں بھی اس تحریک کی حمایت میں چند تحریکیں چلائی گئیں۔

حیدرآباد کے وویکا وردھنی ہائی اسکول میں مسلسل میٹنگز منعقد کی گئیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں نے اپنے مذہبی امتیازات کو بازو رکھتے ہوئے ان میٹنگوں میں شرکت کی۔ حیدرآباد کے ملا عبدالباسط نے ''ریڈ کریسنٹ سوسائٹی'' میں اہم کردار ادا کیا۔ مولانا آزاد کی ادارت میں شائع ہونے والا ''الھلال'' حیدرآباد میں بے حد مشہور ہوا۔ ''ریڈ کریسنٹ سوسائٹی'' نے ایک لاکھ کا چندہ جمع کیا اور ترکی کے وزیراعظم کو ارسال کیا۔ 1914ء کی پہلی جنگ عظیم کے پہلے مرحلے میں انگریز جرمنی کے ہاتھوں شکست کھاگئے جس سے

حیدرآبادی عوام بے حد خوش ہوئے۔ حیدرآباد کے مسلمانوں نے سوچا کہ نظام بھی انگریزوں پر کچھ دباؤ ڈالیں گے لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ وائسرائے چمسفورڈ نے ایک خط نظام کو لکھا جس میں تنبیہ کی گئی کہ وہ اس تحریک کے ساتھ تعاون نہ کریں اور کہا گیا کہ خلافت تحریک کو مذہبی مسئلہ کے طور پر دیکھا جائے لیکن سیاسی حکمت عملی کا رویہ اپنایا جائے اس کے بعد نظام نے اس مسئلہ پر اپنے وزیراعظم علی امام سے گفتگو کی۔ تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد یہ فیصلہ لیا گیا کہ انگریزوں کی ہی حمایت کی جائے۔ میر عثمان علی خاں نے یہ ردعمل ظاہر کیا کہ انگریزوں سے تعلقات قائم رکھنا بہت اہم ہے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی عوام کو 'مذہب کے محافظ' اور 'اسلامی قوم کے سرپرست' کا خطاب ملے۔

3. تلنگانہ میں قومی بیداری پر ایک نوٹ لکھئے۔

جواب: حیدرآباد کی جدوجہد آزادی جو کہ ہندوستانی قومی تحریک کا ایک حصہ تھا دراصل کئی مقامی اخبارات اور رسالوں کی حوصلہ افزائی کا نتیجہ تھا۔ ''حیدرآباد ریکارڈ''، ''دکن ٹائمز''، ''امروز'' نے عوام کے خیالات میں بڑی تیزی سے تبدیلی لائی۔ اخبارات جیسے ''ہتابودھنی'' مصنف سرینواسا راؤ' سجاتا مصنف بی۔ این شرما اور دیشابندھو رسالہ مصنف نرسمہا چاریولو نے قوم پرستی پر کئی مضامین لکھے۔ شبنا دیشو وینکٹ راما نرسمہا راؤ نے ہفتہ وار ''نیلگری'' شروع کیا۔ سراورم پرتاپ ریڈی نے ''گولکنڈہ''، منڈوملا نرسنگا راؤ نے ''رعیت'' کی اشاعت کی۔ اس اخبار کو چلانے کے لئے شعیب اللہ خاں نے بہت مدد دی لیکن نظام سرکار نے اس اخبار پر پابندی لگادی۔ شعیب اللہ خاں نے روزنامہ ''امروز'' شروع کیا۔ انہوں نے اپنے مضامین کے ذریعہ قومیت کے بارے میں عوام کا ذہن بنانا شروع کیا۔ مجاہد آزادی کٹم لکشمی نارائنا نے ''جنتا'' نامی اخبار کی اشاعت کی۔ ان اخبارات نے قوم پرستی کی اہمیت کو اور حیدرآباد میں نظام سرکار کی ظالمانہ حکمرانی کو نمایاں کیا۔

1891ء میں نظام سرکار نے گشتی نشان 53 جاری کیا جو صحافت کی آزادی تقاریر اور اظہار خیال کی آزادی کے خلاف تھا۔ جس نے تمام سطحوں پر بنیادی حقوق سے محروم رکھا۔ اخبارات اور کتابوں کی اشاعت ایک مشکل کام تھا۔ یہی نہیں اخبارات کی تقسیم کی بھی اجازت نہیں تھی۔ برطانوی ہند سے آنے والے اخبارات پر پابندی لگادی گئی۔ حیدرآباد ریاست میں اخبارات کی اشاعت پر سخت تحدیدات لگادی گئیں۔

4. حیدرآباد کے INA رہنماؤں کے بارے میں لکھئے۔

جواب: نیتاجی سبھاش چندر بوس نے سنگاپور میں INA قائم کی۔ ہندوستان کے باہر سے مسلح جدوجہد اس کا مقصد تھا۔ حیدرآباد کے سکیش چندرا جو نیتاجی سے قریبی وابستگی رکھتے تھے انہوں نے بحیثیت ناشر آزاد ہند ریڈیو پر اپنی خدمات انجام دیں۔ ان کے خاندان نے بھی سماجی خدمات میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ عابد حسین سفرانی بھی نیتاجی سے قریبی تعلقات رکھتے تھے۔ چارمینار سگریٹ فیکٹری کے مالک علی سلطان نے بھی نیتاجی کے ساتھ کام کیا۔ ریڈیو سے خبروں کی نشریات نہ صرف انگریزی' جرمن زبان میں کی گئی بلکہ تلگو میں بھی کی گئی۔ ایک اور حیدرآبادی رمیش چندر نے نیتاجی کے ذاتی سکریٹری کے طور پر کام کیا۔ عابد حسین سفرانی نے بھی گاندھی جی کے سیوا گرام میں اپنی خدمات انجام دیں۔ آزادی کے بعد نہرو نے مسلم ممالک میں ان کا بحیثیت سفیر تقرر کیا۔

5. حیدرآباد کی جدوجہد آزادی میں خواتین کے کردار کے بارے میں لکھئے۔

جواب: ہندوستان کی تحریک آزادی میں کئی خواتین نے کلیدی کردار ادا کیا۔ انہوں نے قوم کے لئے اپنی جانوں کی بھی پرواہ نہیں کی۔ اور سچائی اور عدم تشدد کی بنیاد پر متحد ہوکر لڑیں۔ انگریزوں اور نظام کی ظالمانہ حکمرانی کی وجہ سے خواتین میں ذہنی بیداری اور قومی جذبے میں اضافہ ہوا۔ خواتین کی بھلائی کے لئے کئی سماجی تحریکوں نے جدوجہد کی۔ خواتین بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے لگیں۔ خواتین کی آزادی کے لئے کئی قوانین اور قراردادیں منظور کی گئیں جیسے ستی کی ممانعت، بچپن کی شادی کی مخالفت، بیواؤں کی دوبارہ شادی وغیرہ۔ تلنگانہ کی خواتین پر گاندھی جی کے نظریات کا بھی اثر پڑا۔ ماڈاپاٹی ہنمنتاراؤ نے لڑکیوں کے لئے پہلا ہائی اسکول حیدرآباد میں قائم کیا۔ اس کا ذریعہ تعلیم تلگو تھا۔ اس کی وجہ سے نظام سرکار نے اسے تسلیم نہیں کیا۔ لیکن ناگپور کی کاروے یونیورسٹی نے اس اسکول کو تسلیم کرلیا۔ کئی خواتین رہنما اور مجاہدین آزادی نے اسی اسکول میں تعلیم حاصل کی۔

تلنگانہ علاقہ میں وملا بھائی میلکوٹی، پدماجا نائیڈو، یلاپراگڈا، ستیا کماری، سنگم لکشمی بائی، کلوا کنٹلہ سرسوتی دیوی، سمتر ابائی، وِدیادیوی اوم پرکاش، گیانا کماری ہیڈا، آروٹلا کملادیوی، چترویدی لجاوتی، یشودھابائی وغیرہ نے عظیم مقاصد کے لئے لڑائیاں لڑیں۔ یہ لڑائی صرف قومی مقصد کے لئے ہی نہیں بلکہ سماجی مقصد کے لئے بھی تھی۔ باوجود نظام سرکار کی شدید مخالفت کے انہوں نے سماج میں کئی اصلاحات لائیں۔ تلنگانہ کے ہر گھر میں چرخہ چلایا گیا اور کھادی کے لباس زیب تن کئے گئے۔ مسٹر اوبوی پلائی نے ایک کھادی کی فیکٹری قائم کی۔ ہم تلنگانہ کی چند مجاہدین آزادی خواتین کے بارے میں ان کی سرگرمیوں اور کارناموں کے بارے میں معلوم کریں گے۔

6. ریاست حیدرآباد میں "ہندوستان چھوڑ دو تحریک" کے بارے میں لکھئے۔

جواب: ہندوستان چھوڑ دو تحریک کی صدائے بازگشت حیدرآباد ریاست میں بھی گونج اٹھی۔ جس طرح برطانوی ہند میں ہندوستان چھوڑ دو تحریک چلی اسی طرح تلنگانہ میں بھی حکومتی جائیدادوں کی بربادی، ریل روکو وغیرہ تحریکیں چلیں۔ سوامی رامانندا تیرتھا نے بمبئی کے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے سیشن سے ایک دن پہلے گاندھی جی سے ملاقات کی اور اس میں گاندھی جی نے انہیں اور ان کے ساتھیوں کو ہندوستان چھوڑ دو تحریک کے الجھاؤ کے بارے میں سمجھایا۔ سوامی رامانندا تیرتھا نے حیدرآباد کی عوام کے لئے ہندوستان چھوڑ دو تحریک میں حصہ لینے کی فوری اجازت حاصل کی۔ اگرچہ یہ تحریک یہاں اتنے بڑے پیمانے پر نہیں چلی جتنی کہ ہندوستان کے دوسرے حصوں میں چلی۔

ہندوستان چھوڑ دو تحریک میں شامل ہونے کا فیصلہ نہ صرف حیدرآباد کی اسٹیٹ کانگریس کا تھا بلکہ شاہی ریاستوں کے پرجا منڈل بھی اس فیصلے میں شریک تھے۔ جب سوامی رامانندا تیرتھ بمبئی سے برائے شولاپور حیدرآباد جانے کے لئے نکلے تو انہوں نے اپنی گرفتاری کے پیش نظر ایک خط ڈاکٹر میلکوٹ کو لکھا جس میں حیدرآباد اسٹیٹ کانگریس کی شرائط کو بیان کردیا گیا تاکہ ان کی دستخط کے بعد نظام کو بھیجا جاسکے۔ توقع کے مطابق انہیں ناملی ریلوے اسٹیشن پر اترتے ہی گرفتار کرلیا گیا۔ تب ڈاکٹر بی۔ ایس میلکوٹ نے خط پر دستخط کرتے ہوئے اسٹیٹ کانگریس کی طرف سے سیول لبرٹیز کو فوری امداد اسٹیٹ کانگریس پر سے معطلی کی برخاستگی اور تمام سیاسی قیدیوں کی رہائی کی مانگ کی۔ حیدرآباد میں اس کا ردعمل ظاہر کرنے والے عوامل نے ہندوستان چھوڑ دو کے نعرہ کا فائدہ اٹھایا اور کہنے لگے کہ انگریز ہندوستان چھوڑ کر جاتے ہی حیدرآباد آزاد ہوگا۔ اس طرح انہوں نے "آزاد حیدرآباد" کا نعرہ بلند کیا۔ یہ لوگ دو مسائل کو الجھانے کی تلاش میں تھے۔

نہایت مختصر جوابی سوالات (2 نشانات)

1. طرہ باز خاں کے بارے میں لکھئے۔

جواب: سالار جنگ نے کرنل ڈیوڈسن کو اطلاع دی کہ عوام نے مکہ مسجد میں جہاد شروع کردیا ہے۔ 600 مسلح لوگوں نے ریزیڈنسی کی طرف پیش قدمی کی۔ جمعدار طرہ باز خاں نے اس گروپ کی قیادت کی۔ عرب محافظوں نے اس گروپ پر گولیاں چلائیں۔ روہیلے اندھیرے میں فرار ہوگئے کیونکہ اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ جنگجو رہنما طرہ باز خاں اور مولوی علاء الدین کو مجرم قرار دیا گیا اور ان پر 5000 روپیوں کا انعام رکھا گیا۔ طرہ باز خاں کو گرفتار کیا گیا اور انہیں فوجداری عدالت میں پیش کیا گیا۔ لیکن وہ محبوب نگر کی طرف فرار ہوگئے۔ لیکن پھر توپران کے قریب انہیں گرفتار کرلیا گیا۔

2. گشتی نشان 53 کے بارے میں لکھئے۔

جواب: 1891ء میں نظام سرکار نے گشتی نشان 53 جاری کیا جو صحافت کی آزادی تقاریر اور اظہار خیال کی آزادی کے خلاف تھا۔ جس نے تمام سطحوں پر بنیادی حقوق سے محروم رکھا۔ اخبارات اور کتابوں کی اشاعت ایک مشکل کام تھا۔ یہی نہیں اخبارات کی تقسیم کی بھی اجازت نہیں تھی۔ برطانوی ہند سے آنے والے اخبارات پر پابندی لگادی گئی۔ حیدرآباد ریاست میں اخبارات کی اشاعت پر سخت تحدیدات لگادی گئیں۔

3. پدمجا نائیڈو کے بارے میں لکھئے۔

جواب: پدماجا نائیڈو نے حیدرآباد میں تلک سوراج چندہ جمع کیا۔ انہوں نے انڈین نیشنل کانگریس کی ایک شاخ قائم کی۔ ہندوستان چھوڑدو تحریک میں سرگرم حصہ لینے کی وجہ سے انہیں گرفتار کرلیا گیا۔ انہوں نے رضا کاروں کے حملوں پر ایک رپورٹ تیار کی اور اسے مہاتما گاندھی کو پیش کیا۔

4. اگورناتھ چٹوپادھیائے کے بارے میں لکھئے۔

جواب: اگھورناتھ چٹوپادھیائے ایک عظیم دانشور تھے۔ انگلینڈ میں ان کی ملاقات سالار جنگ سے ہوئی۔ سالار جنگ کی دعوت پر انہیں حیدرآباد میں سماجی اصلاحی تحریک چلانے کا ایک اچھا موقع ملا۔ انہوں نے حیدرآباد میں کئی سماجی تنظیموں سے اچھے رابطے بنائے۔ وہ 1907ء میں بحیثیت پرنسپل نظام کالج سے وظیفہ پر سبکدوش ہوئے۔

5. کیشو راؤ کوراٹکر کے بارے میں لکھئے۔

جواب: یہ تحریک تلک نے مہاراشٹرا کے علاقے میں شروع کی۔ اس تحریک کا حیدرآباد پر بھی اثر پڑا۔ کیشو راؤ کوراٹکر کے مہاراشٹرا کے رہنماؤں سے گہرے تعلقات تھے۔ سودیشی تحریک کے بارے میں کئی اجلاس منعقد کئے گئے۔ جن میں بیرونی اشیاء کے بائیکاٹ کی وکالت کی گئی۔

6. آپریشن پولو کے بارے میں واضح کیجئے۔

جواب: ہندوستان کی طرح 15 اگست 1947ء کو حیدرآباد ریاست کو آزادی نہیں ملی تھی۔ 9 ستمبر 1948ء کو نہرو حکومت نے یہ فیصلہ لیا کہ پولیس ایکشن کرتے ہوئے ہندوستان کے پیٹ سے حیدرآباد کا ناسور نکالنا پڑے گا۔ اس طرح وزیر داخلہ سردار پٹیل نے 13 ستمبر 1948ء کو پولیس ایکشن کا آغاز کیا۔ فوجی ہیڈکوارٹر میں ملٹری کے ایکشن کوڈ کو "آپریشن پولو" کا نام دیا گیا۔

10 یونٹ

ریاست تلنگانہ کی تحریک: 1970 - 1952ء

مختصر جوابی سوالات (5 نشانات)

1. برگلا راما کرشنا راؤ کے بارے میں لکھئے۔

جواب: 6/اگست 1952ء کو اس قرارداد کی ایک نقل وزیر اعلیٰ کو بھیجی گئی۔ چند دنوں کے بعد 22 اگست 1952ء کو وزیر اعلیٰ ورنگل تشریف لائے اور طلباء سے اس بارے میں گفتگو کی۔ انہوں نے طلباء سے وعدہ کیا کہ مطالبہ کو لازمی طور پر پورا کریں گے۔ وزیر اعلیٰ برگلا راما کرشنا راؤ نے یہی کیا اور مختلف اضلاع کے کلکٹروں کے ذریعہ پریس نوٹ جاری کیا۔ لیکن اس میں دیری واقع ہوگئی۔ کلکٹر کی نوٹس کی تاخیر اور اس کے بارے میں لاعلمی کے ساتھ ورنگل طلباء کے JAC نے 27 اگست کو 1952ء کو ایک اور ریالی منظّم کی اور ایک مراسلہ وزیر اعلیٰ کو بھیجا گیا۔

اس تسلسل کے ساتھ ہنمکنڈہ میں 30 اگست 1952ء کو تقریباً 200 طلباء نے جماعتوں کا بائیکاٹ کیا اور ایک ریالی منظّم کی۔ تب پولیس مداخلت کرتے ہوئے لاٹھی چارج کی اور کئی طلباء زخمی ہوگئے۔ وہ دوبارہ ہمہ وقتی (Full time) احتجاج کے لئے ہڑتالوں کا آغاز کھمم، کریم نگر، یلندو، نلگنڈہ، مریال گوڑہ، بھونگیر اور ورنگل اضلاع سے کیا۔

ملکی تحریک جس کا آغاز ورنگل سے ہوا تھا ساری ریاست میں پھیلی اور شہر حیدرآباد پر اس کا بہت اچھا اثر پڑا۔ حیدرآباد میں طلباء نے ہڑتال منظّم کی اور 30 اگست 1952ء میں طلباء پر غیر قانونی لاٹھی چارج کے خلاف سیف آباد کالج سے عابڈس تک 31 اگست 1952ء کو ایک بڑی ریالی منظّم کی۔ 2 سپٹمبر 1952ء کو شہر حیدرآباد کے کمشنر شیوا کمار لال نے احکامات جاری کئے جس میں اولیائے طلباء سے کہا گیا کہ اپنے بچوں کی نگرانی کریں اور اپنے بچوں کو تشدد میں ملوث ہونے نہ دیں اور احکامات کی نافرمانی نہ کرنے دیں۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو انہیں سخت سزا دی جائے گی۔ اس کے باوجود تمام طلباء متحد ہوئے اور ریالیاں منظّم کیں اور ''غیر ملکی واپس جاؤ'، اڈلی سامبر واپس جاؤ'' طلباء یونین زندہ باد کے نعرے بلند کئے۔ حیدرآباد اور سکندرآباد کے تمام تعلیمی ادارے اس میں شریک ہوئے اور ہڑتال کو کامیاب بنایا۔ 3 سپٹمبر 1952ء کو حکومت نے امن وسلامتی کے نام پر امتناعی احکامات جاری کئے۔

2. تلنگانہ پرجا سمیتی پر بحث کیجئے۔

جواب: تلنگانہ پرجا سمیتی (TPS)، تلنگانہ پیوپلس کنونشن ہندوستانی سیاسی پارٹی تھی۔ جس نے تلنگانہ کو علیحدہ ریاست کا درجہ دینے کے لئے لڑائی کی۔ TPS، 1969ء میں تشکیل پائی تھی۔ اس کے بانی صدر انتلا مدن موہن تھے۔ TPS نے علیحدہ ریاست کے مطالبہ کو آگے بڑھانے کے لئے تلنگانہ کے پورے خطے میں ہڑتالوں اور مظاہروں کا ایک سلسلہ منظّم کیا۔ جون 1969ء میں حیدرآباد میں TPS نے عام ہڑتال کو منظّم کیا جس کے نتیجہ میں وسیع پیمانہ پر تشدد برپا ہوا۔ جس میں TPS کے حامیوں کی، متحدہ آندھرا ریاست کے حامیوں اور پولیس کے ساتھ جھڑپ ہوگئی۔ تلنگانہ تحریک کے پہلے مرحلہ میں خواتین نے بھی اہم رول ادا کیا۔ ان کے احتجاج میں

شدت آ گئی اور حکومتی سرگرمیاں رک گئیں۔ احتجاجی مظاہروں میں خواتین اور طلباء نے حصہ لیا۔ تمام عمر کی خواتین نے جدوجہد میں سرگرم شرکت کی۔ ایشوری بائی، سنگم لکشمی بائی، سی کے کنکارتما، شانتا بائی، میئر کمد نائک، سلوچنا نروتم ریڈی، شرمستا ریڈی، امروتا ریڈی، شریمتی وینکٹیشورا یادو، ارتلاکملا دیوی اور دوسروں نے تحریک میں حصہ لیا۔ 1 / مئی 1969 کو ہنمکنڈہ میں خواتین کانفرنس منعقد کی گئی تھی۔ 23 / مئی 1969ء کو مدن موہن کی جگہ مری چنا ریڈی کو متفقہ طور پر TPS کا صدر منتخب کیا گیا۔ تلنگانہ تحریک میں سیاست دانوں کے داخلہ پر طلباء نے سختی سے مخالفت کی۔ جس کے نتیجہ میں تحریک میں پھوٹ پڑ گئی اور متوازی TPS تشکیل دی گئی۔

کانگریس لیڈر مری چنا ریڈی علیحدہ تلنگانہ کے نصب العین سے اظہار یکجہتی کرتے ہوئے تحریک میں داخل ہوئے۔ نوجوان اور طلباء قائدین نے سیاسی قائدین کی مداخلت کے بغیر تحریک کو اپریل کے آخر تک جاری رکھا۔ کونڈا لکشمن باپوجی نے بطور وزیر اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔ تلنگانہ کے یہ پہلے وزیر تھے جنہوں نے اپنے عہدہ سے استعفیٰ دیا تھا۔

3. ریاستی تنظیم جدید کمیشن 1953 کے بارے میں لکھیے۔

جواب: شریفانہ معاہدہ کے مطابق تلنگانہ کے لئے علاقائی کونسل تشکیل دینا تھا۔ صدارتی احکامات (1)371 کے تحت آندھراپردیش علاقائی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ فبروری 1958ء کو احکامات جاری کئے گئے۔ لفظ تلنگانہ کو خارج کر دیا گیا اور کونسل کو کمیٹی سے تبدیل کر دیا گیا۔

کئی موضوعات پر اس کو وسیع اختیارات حاصل تھے۔ جیسے مقامی خود مختار حکومتیں، صحت عامہ، ابتدائی اور ثانوی تعلیم، تلنگانہ کے تعلیمی اداروں میں داخلوں کو باقاعدہ بنانا، شراب، زرعی زمین کی فروخت پر پابندی، چھوٹے پیمانے کی صنعتیں، زراعت، مارکٹ، ترقی اور معاشی منصوبہ بندی وغیرہ۔

تمام ارکان مقننہ اور اراکین پارلیمنٹ اس کمیٹی کے ارکان تھے۔ اس کا چیرمین (صدرنشین) کابینی درجہ کا ہوگا۔ تلنگانہ کے مسائل پر تلنگانہ علاقائی کمیٹی نے کئی رپورٹیس تیار کیں۔ اس کمیٹی کو صرف رپورٹ تیار کرنے کا حق حاصل تھا۔ لیکن اس کو نافذ کرنے اور نگرانی کے اختیارات حاصل نہیں تھے۔

علاقائی کمیٹی نے شروعات سے ہی شریفانہ معاہدہ کو نافذ کروانے میں سخت محنت کی۔ علاقائی کمیٹی کی جانب سے اٹھائے جانے والے مسائل پر ریاستی حکومت نے کبھی ہمدردی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ 1968ء میں علاقائی کمیٹی کے چیرمین چکاراؤ نے ریاستی اور مرکزی حکومتوں پر دباؤ ڈالا کہ وہ تلنگانہ فنڈ کو غیر قانونی طور پر آندھرا منتقل کرنا بند کرے اور ملکی قوانین کے نفاذ اور اس اصول کے خلاف جو آندھرا کے ملازمین کی غیر قانونی طور پر ترقی پانے میں معاون ہے۔ چکاراؤ نے زائد فنڈ کی تلنگانہ کو منتقلی کے معاملہ میں حکومت کی ناکامی کی اسمبلی میں آواز اٹھائی لیکن اس وقت کی حکومت نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس دوران ایک اور تبدیلی رونما ہوئی۔ چند لوگوں نے ہائی کورٹ میں ملکی تحفظات کے خلاف چیالنج کیا۔ 3 جنوری 1969ء کو ہائی کورٹ نے یہ فیصلہ دیا کہ مقامی تحفظ کا اطلاق کارپوریشنوں اور خود مختار اداروں پر نہیں ہوتا۔ اس فیصلہ کے ساتھ تلنگانہ کی عوام خصوصاً طلباء اور قائدین اس نتیجے پر پہنچے کہ ریاست آندھراپردیش میں تلنگانہ کے عوام کے ساتھ انصاف نہیں کیا جائے گا۔ علیحدہ تلنگانہ کا مطالبہ شروع کر دیا گیا۔ اس مطالبہ کا آغاز عثمانیہ یونیورسٹی کے طلباء کی طرف سے پہلی بار ہوا۔

لیکن آندھرا قائدین کے مطابق تلنگانہ تحریک جو سیاستدانوں نے سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے لئے شروع کی تھی نہ کہ عوام نے اپنے حقوق کے لئے کی تھی۔ ایک تباہ کن تحریک ہے۔ ستم ظریفی یہ کہ بائیں بازو کی جماعتوں کے رہنما جو عام طور پر مسئلہ کا تاریخی، معاشرتی پس منظر کے مطابق جائزہ لیتے ہیں انہوں نے بھی تلنگانہ تحریک پر اسی طرح کی رائے کا اظہار کیا۔ اس رائے کے برخلاف

طلباء ملازمین اور اساتذہ ہی تھے جو تلنگانہ تحریک کے لئے آکسیجن کے طور پر کام کیا نہ کہ سیاسی قائدین۔ تلنگانہ تحریک کو مستحکم کرنے کے بعد سیاست داں داخل ہوئے۔ لہٰذا یہ غلط ہے کہ سیاست دانوں نے تلنگانہ تحریک کو فروغ دیا۔ لیکن تلنگانہ تحریک تلنگانہ کے عوام کے زمین، وسائل اور روزگار کا آندھرا کے غالب طبقہ کی جانب سے کئے گئے استحصال کا نتیجہ تھی۔ وہ تحریک جو تلنگانہ کو دئے گئے حفاظتی اقدامات کے نفاذ کے لئے شروع کی گئی تھی تلنگانہ کے عوام کے ساتھ ان کے رویہ کی وجہ سے علیحدہ تلنگانہ ریاست کی تشکیل میں تبدیل ہوگئی۔

نہایت مختصر جوابی سوالات (2 نشانات)

1. کالوجی نارائن راؤ کے بارے میں لکھئے۔

جواب: ان کا پورا نام رگھوویر نارائن لکشمی کانت سری نیواس راؤ رامارا جا کالوجی نارائن راؤ تھا۔ ان کی پیدائش 9/ستمبر 1914 کو ضلع بیجاپور کے راٹی ہلی مقام پر ہوئی۔ ان کا خاندان ورنگل منتقل ہوا اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ انہوں نے قانون کی ڈگری 1939 میں حاصل کی۔ یہ تلگو، کنڑا، مراٹھی، اردو اور انگریزی زبان میں مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے کئی کتابیں لکھیں جیسے 1941 میں انا کتھالو 1943 میں کالوجی کتھالو 1953 میں ناگوڈوا وغیرہ۔

2. جسٹس جگن موہن ریڈی کمیٹی کے بارے میں لکھئے۔

جواب: 3 اور 4 سپٹمبر 1952ء کو حیدرآباد میں ملکی احتجاج کے دوران عوام پر جو پولیس فائرنگ ہوئی اس کی تحقیقات کے لئے ریاستی حکومت نے جسٹس پنگلی جگن موہن ریڈی کی صدارت میں یک کمیٹی کا تقرر عمل میں لایا۔ اس کمیٹی نے ہائی کورٹ، سٹی کالج، پتھر گٹی اور افضل گنج کا دورہ کیا۔ عوام کی موجودگی میں تحقیقات انجام دی گئیں۔

3. مری چنا ریڈی کے بارے میں لکھئے۔

جواب: کانگریس لیڈر مری چنا ریڈی علیحدہ تلنگانہ کے نصب العین سے اظہار یگجہتی کرتے ہوئے تحریک میں داخل ہوئے۔ نوجوان اور طلباء قائدین نے سیاسی قائدین کی مداخلت کے بغیر تحریک کو اپریل کے آخر تک جاری رکھا۔ کونڈا لکشمن باپوجی نے بطور وزیر اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔ تلنگانہ کے یہ پہلے وزیر تھے جنہوں نے اپنے عہدہ سے استعفیٰ دیا تھا۔

4. 1952 کی ملکی تحریک کے بارے میں لکھئے۔

جواب: ملکی تحریک جس کا آغاز ورنگل سے ہوا تھا ساری ریاست میں پھیلی اور شہر حیدرآباد پر اس کا بہت اچھا اثر پڑا۔ حیدرآباد میں طلباء نے ہڑتال منظم کی اور 30 اگست 1952ء میں طلباء پر غیر قانونی لاٹھی چارج کے خلاف سیف آباد کالج سے عابڈس تک 31 اگست 1952ء کو ایک بڑی ریالی منظم کی۔ 2 سپٹمبر 1952ء کو شہر حیدرآباد کے کمشنر شیوا کمار لال نے احکامات جاری کئے جس میں اولیائے طلباء سے کہا گیا کہ اپنے بچوں کی نگرانی کریں اور اپنے بچوں کو تشدد میں ملوث ہونے نہ دیں اور احکامات کی نافرمانی نہ کرنے دیں۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو انہیں سخت سزا دی جائے گی۔ اس کے باوجود تمام طلباء متحد ہوئے اور ریالیاں منظم کیں اور ''غیر ملکی واپس جاؤ'' اڈلی سامبر واپس جاؤ'' طلباء یونین زندہ باد کے نعرے بلند کئے۔ حیدرآباد اور سکندرآباد کے تمام تعلیمی ادارے اس میں شریک ہوئے اور ہڑتال کو کامیاب بنایا۔ 3 سپٹمبر 1952ء کو حکومت نے امن وسلامتی کے نام پر امتناعی احکامات جاری کئے۔

11 یونٹ

تلنگانہ ریاست تحریک: 2014 - 1971ء

طویل جوابی سوالات (10 نشانات)

1. تلنگانہ تحریک کے بعد کے مرحلے میں عوامی مظاہروں کی اہمیت پر بحث کیجئے۔

جواب: ریاست آندھراپردیش کی تشکیل کے ساتھ ہی علیحدہ تلنگانہ کے لئے کئی جدوجہد اور تحریکیں راست یا بلاواسطہ واقع ہوئیں۔ بالخصوص 1969ء تحریک میں ہونے والے مظاہروں نے سارے تلنگانہ کو ایک فوجی چھاؤنی میں تبدیل کر دیا۔ اگرچیکہ یہ طلباء احتجاج کے طور پر شروع ہوا' تلنگانہ کے لئے یہ احتجاج دھیرے دھیرے تلنگانہ کے نو اضلاع کو اپنی گرفت میں لے لیا اور تمام طلباء' تعلیم یافتہ افراد اور ملازمین بھی تحریک کی راہ پر چل پڑے۔ شہری تعلیم یافتہ طبقے میں لڑائی کا جذبہ زیادہ واضح تھا۔ نوجوانوں نے تلنگانہ تحریک کا راستہ اپنایا کیونکہ شریفانہ معاہدہ کی خلاف ورزی کی گئی تھی اور تلنگانہ کے حفاظتی اقدامات کے نفاذ میں حکومت نے غفلت برتی تھی۔

1. نکسلائیٹ تحریک پہلے مغربی بنگال میں شروع ہوئی۔ آندھراپردیش میں یہ 1960ء کے آخر میں ریاست کے شمال۔ مشرقی حصوں بالخصوص اضلاع سریکاکلم اور وجئے نگرم اور پھر ریاست کے باقی حصوں میں گوداوری وادی کے جنگلات سے نلا ملا کے جنگلاتی علاقوں تک پھیل گئی۔ تلنگانہ میں نکسلائیٹ قائدین نے کئی سرگرمیاں انجام دیں۔ 1969ء میں علیحدہ تلنگانہ ریاست تحریک کی ناکامی کے بعد مایوس تلنگانہ کے نوجوانوں اور طلباء نے نکسل ازم کا راستہ اختیار کیا۔

2. تلنگانہ کے نوجوان ناراض تھے کیونکہ ملکی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آندھرا کے لوگوں کو تلنگانہ میں ملازمتیں دی گئی تھیں۔ ملازمین اور طلبا نے ہڑتال کی اپیل کی۔ اسکولس اور کالجس بند کر دئے گئے۔ تلنگانہ کے ین جی اوز بھی تحریک میں شریک ہو گئے۔ حکومت نے پی ڈی ایکٹ کا نفاذ اور دیگر ظالمانہ اقدامات کئے۔ اس تناظر میں صورتحال کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے مرکزی حکومت نے تلنگانہ کے مسائل حل کرنے کے لئے 8 نکاتی فارمولے کا اعلان پارلیمنٹ میں کیا۔ آٹھ نکاتی فارمولے نے کوئی حل پیش نہیں کیا۔ ان اسباب کی بنا پر تحریک نے شدت اختیار کر لی۔

3. تلنگانہ کے نوجوانوں میں عدم اطمینانی کی اہم وجہ تلنگانہ کے لئے رقومات کے مختص کرنے اور ملازمتوں میں ناانصافی سے کام لیا گیا تھا اگرچیکہ آبادی اور جغرافیائی رقبہ کے لحاظ سے تلنگانہ' ریاست آندھراپردیش کے 40 فیصد حصے پر مشتمل تھا۔ دو علاقوں کے درمیان عدم مساوات کا یہ ایک اہم سبب تھا۔ یہ تحریک طلبا اور نوجوانوں کی قیادت میں ناموافق صورتحال کے باوجود آٹھ ماہ تک چلتی رہی۔ ان حالات میں' تلنگانہ پرجا سمیتی نے بیشتر نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔ تاہم' اس وقت کے وزیراعظم نے پانچ نکاتی فارمولے کا اعلان کرتے ہوئے اس تحریک کو کمزور کر دیا۔ اس میں ملکی قوانین کا ذکر کیا گیا تھا۔ پانچ نکاتی منصوبے کے اعلان کے بعد ریاست کے اس وقت کے وزیراعلیٰ کاسو برہمانند ریڈی نے استعفیٰ دے دیا اور تلنگانہ پرجا سمیتی کانگریس میں ضم ہو گئی۔ اگرچیکہ طلبا اور نوجوانوں نے اس انضمام کی مخالفت کی لیکن تلنگانہ قائد پی۔ وی نرسمہا راؤ کو ریاست کا وزیراعلیٰ بناتے ہوئے ان کے غصے کو ٹھنڈا کیا گیا۔

4. 14 فبروری 1972ء میں آندھراپردیش ہائی کورٹ کے پانچ ججوں پر مشتمل مکمل بنچ نے یہ فیصلہ دیا کہ ملکی قوانین دستوری نہیں ہیں۔ ملکی قوانین کو مقامی تحفظات کے لئے آزادی ہند سے قبل نظام ریاست میں رائج کیا گیا تھا۔ متحدہ آندھراپردیش کی تشکیل کے وقت یہ تیقن

دیا گیا تھا کہ ملکی قوانین کو جاری رکھا جائے گا لیکن بعد میں ان کو نافذ نہیں کیا گیا۔ پھر ایک بار تنازعات ابھر آئے۔ اس سے قبل بھی 1969ء کی تحریک کا اصل سبب ملکی قوانین کی خلاف ورزی تھا۔ تحریک کو سرد کرنے کے لئے اس وقت کی حکومت نے 28,000 آندھرائی ملازمین کو واپس بھیجنے کا وعدہ کرتے ہوئے سرکاری حکمنامہ 36 جاری کیا لیکن اس حکمنامہ کو آندھراوالوں نے ہائی کورٹ میں چیلنج کیا جہاں ملکی قوانین کو غیر دستوری کہتے ہوئے کیس کو خارج کر دیا گیا۔ اس کی وجہ سے پھر ایک بار تلنگانہ عوام میں عدم اطمینانی پھیل گئی۔ اس فیصلے کے بعد تلنگانہ کے وہ لوگ جواب تک تلنگانہ کے بارے میں کوئی موقف اختیار نہیں کئے تھے وہ بھی تحریک میں شریک ہو گئے۔

5. تلنگانہ عوام کی ناراضگی کو دور کرنے کے لئے اس وقت کی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے 17 فبروری 1972ء میں ورنگل کے اعظم جاہی ملز کے میدان میں منعقدہ ایک جلسہ عام میں یہ اعلان کیا کہ تلنگانہ کے ساتھ کسی بھی قسم کی ناانصافی کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اندرا گاندھی کی ہدایت پر ہائی کورٹ کے فیصلے کو سپریم کورٹ میں پی وی نرسمہا راؤ حکومت نے چیلنج کیا۔

6. اس دوران پی وی نرسمہا راؤ نے مرکزی حکومت کے اراضی اصلاحات قانون پر کچھ مثبت فیصلے لئے۔ اس کے مطابق حکومت آندھراپردیش نے زمین کے تمام معاملات کو 2 مئی 1972ء کے حکمنامہ کے مطابق کر دیا۔ اسی سال 15 سپٹمبر کو ریاستی مقننہ نے لینڈ سیلنگ ایکٹ منظور کیا۔ ان تمام اقدامات سے زمیندار ناراض ہوئے اور انہوں نے خود کو پی وی نرسمہا راؤ سے دور کر لیا۔ اس دوران صرف سپریم کورٹ نے یہ تاریخی فیصلہ دیا کہ ملکی قوانین دستوری ہیں اور قوانین کو برقرار رکھا۔ فیصلے کا استقبال کرتے ہوئے پی۔ وی نرسمہا راؤ نے کہا کہ سپریم کورٹ کے فیصلے نے تمام شبہات اور تضادات کو دور کر دیا۔ اس کے نتیجے میں 1972ء میں جئے آندھرا تحریک شروع ہوئی۔

2. جی۔او 610 پر ایک مضمون لکھئے۔

جواب: حکمرانوں نے مختلف پالیسیوں اور سرکاری حکمناموں کے ذریعے علیحدگی پسندی کے مطالبے کو رفع کرنے کی مسلسل کوششیں کیں۔ 1983ء میں اس وقت کے وزیر اعلیٰ ین۔ ٹی راما راؤ نے ایک تین رکنی کمیٹی کی تشکیل تلنگانہ کے بیروزگار نوجوانوں کو تلنگانہ علاقہ میں ملازمتوں کے تعین کے مطالبے کی جانچ کے لئے کی۔ اس کمیٹی نے سفارش کی کہ تقریباً 60,000 آندھرائی لوگوں کا تقرر ان جائیدادوں پر کیا گیا ہے جو تلنگانہ کے لوگوں کے لئے مختص تھے۔ ان کو فوری طور پر خالی کرتے ہوئے تلنگانہ کے لوگوں کا تقرر کیا جانا چاہئے۔ سفارشات کے پیش نظر ڈسمبر 1985ء میں ین۔ ٹی راما راؤ نے جی۔ او نمبر 610 جاری کیا اور کہا کہ اس پر عمل آوری 31 مارچ 1986ئسے ہوگی۔ انہوں نے یہ بھی وعدہ کیا کہ برخاست شدہ ملازمین کو آندھرا بھیجا جائے گا اور وہاں پر زائد جائدادیں پیدا کرتے ہوئے ان کو ضم کیا جائے گا۔ تاہم 1989ء میں ان کی میعاد ختم ہونے تک اس پر عمل آوری نہیں کی گئی۔ کانگریس پارٹی اور چندرا بابو نائیڈو کی متواتر حکومتیں بھی اس پر عمل آوری کے لئے کوئی توجہ نہ دی۔ تلنگانہ تحریک اور تلنگانہ قائدین کے جی۔ او نمبر 610 پر عمل آوری کے مطالبے کے دباؤ کی وجہ سے چندرا بابو نائیڈو نے ایک رکنی گرگلانی کمیٹی تشکیل دی۔ بعد میں ایک اور کمیٹی پرکاش ریڈی کے تحت قائم کی گئی۔ کمیٹی نے اپنی وسط مدتی رپورٹ میں کہا کہ تلنگانہ کی جائیدادوں پر صرف چند آندھرا کے لوگ اس وقت کام کر رہے ہیں۔ اس رپورٹ سے غضبناک ہو کر علیحدہ ریاست تلنگانہ کا مطالبہ پھر ایک مرتبہ شدت اختیار کر گیا۔

مختصر جوابی سوالات (5 نشانات)

1. سری کرشنا کمیٹی رپورٹ کے بارے میں بحث کیجئے۔

جواب: 3 فبروری 2010ء کو مرکزی حکومت نے ایک پانچ رکنی کمیٹی تلنگانہ مسئلہ کا جائزہ لینے کے لئے جسٹس بی۔ این سری کرشنا کی صدارت میں تشکیل دی۔ اس کمیٹی نے 505 صفحات پر مشتمل اپنی رپورٹ کو دو جلدوں میں وزیر داخلہ کو پیش کی۔ کمیٹی نے مسئلہ تلنگانہ کے چھ حل

بتائے' وہ یہ ہیں:

1. ریاست کو متحد رکھا جائے۔
2. ریاست کو تقسیم کیا جائے اور حیدرآباد کو مرکزی زیر انتظام علاقہ بنایا جائے اور اس کو دونوں ریاستوں کا مشترکہ صدر مقام بنایا جائے۔
3. رائلسیما اور تلنگانہ کو ملا کر رائلہ تلنگانہ بنایا جائے اور ساحلی آندھرا کو ایک علیحدہ ریاست بنایا جائے۔ حیدرآباد کو رائلہ تلنگانہ کا حصہ بنایا جائے۔
4. ریاست کو سیما آندھرا اور تلنگانہ میں تقسیم کیا جائے اور حیدرآباد کو مرکزی زیر انتظام علاقہ بنایا جائے۔
5. ریاست کو سیما آندھرا اور تلنگانہ میں تقسیم کیا جائے۔ حیدرآباد کو تلنگانہ کا صدر مقام بنایا جائے اور سیما آندھرا کے لئے ایک نئے صدر مقام کی تلاش کی جائے۔
6. ریاست کو متحد رکھتے ہوئے تلنگانہ علاقہ کی سماجی' معاشی ترقی اور سیاسی طور پر بااختیار بنانے کے لئے تلنگانہ علاقائی کونسل کو بااختیار بنایا جائے۔

تاہم تلنگانہ عوام نے مختلف رائے دی اور کہا کہ یہ ایک پرفریب عمل ہے۔ ہائی کورٹ نے بھی تبصرہ کیا کہ سری کرشنا کمیٹی نے اپنی حدود سے تجاوز کیا ہے۔ رپورٹ کے آٹھویں باب کو عدالت کے حکم کے بعد منظر عام پر نہیں لایا گیا۔ اس کمیٹی نے بھی تلنگانہ عوام کی خواہشات کو پورا نہیں کیا۔

2. **بھونگیری اعلامیہ کے بارے میں لکھئے۔**

جواب: 1997ء میں علیحدہ ریاست تلنگانہ کا مطالبہ کرتے ہوئے 1997ء میں بھونگری میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ تلنگانہ کے وسائل میں جائز حصے اور دیگر حقوق کے لئے قرارداد منظور کرتے ہوئے کانفرنس نے تحریک میں ایک تعمیری رول انجام دیا۔ اجلاس کے دوران چند قراردادیں منظور کی گئیں۔ ان میں تلنگانہ میں برقی کٹوتی کی برخاستگی' تلنگانہ کی فاضل اراضیات کو غریبوں میں تقسیم کرنا 1/70 قانون پر سختی سے عمل آوری اور ضبط شدہ زمینات کی آدی واسیوں کو دوبارہ حوالگی' تلنگانہ عوام پر مظالم کی روک تھام شامل تھے۔ جلسوں کے انعقاد کے لئے موافق اور آزاد ماحول کی فراہمی' ذرائع ابلاغ اور سینماؤں میں تلنگانہ زبان کی ہونے والی توہین کی تنقیدی مخالفت کو یقینی بنانے کے مطالبے بھی شامل تھے۔

اس جلسے میں ان قائدین کی بھی مذمت کی گئی جنہوں نے پہلے تلنگانہ تحریک کو سبوتاج کیا تھا۔ ان مسائل پر سوریا پیٹ اجلاس میں تفصیلی بحث کی گئی۔ انہوں نے ایک نئی متحدہ تحریک کو دوبارہ شروع کرنے اور تلنگانہ کے عوام کو ان کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کے بارے میں باشعور بنانے کی قرارداد بھی منظور کی۔ اس کے بعد تلنگانہ تحریک کا ایک اور سنگ میل ورنگل اعلامیہ ہے۔

3. **ورنگل اعلامیہ کے بارے میں لکھئے۔**

جواب: ورنگل اجلاس جو 1997ء میں منعقد ہوا' علیحدہ ریاست تلنگانہ کی ضرورت کے ساتھ دیگر کئی مسائل پر بحث کی گئی۔ اس نے مرکز ریاست تعلقات میں تبدیلی کا مطالبہ کیا' ریاستوں کو فنڈز کا بڑا حصہ مختص کیا جائے جیسا کہ سرکاریہ کمیشن میں سفارش کیا گیا تھا اور یہ ریاستوں کے مفادات میں تھا۔ اس نے عالمی بینک کے مفادات کے سامنے جھکے بغیر مقامی وسائل کو استعمال کرتے ہوئے نچلی سطح سے ترقی کا مطالبہ کیا اس نے تلنگانہ کے تمام اضلاع کے عوام کی فلاح و بہبود کے لئے ایک ترقیاتی نمونے کو وضع کرنے کی خواہش کی اور کہا کہ اس ترقی کے ثمر کو تمام سماجی گروہوں میں تقسیم کیا جائے۔ انہوں نے ایسی تلنگانہ ریاست کا مطالبہ کیا جس میں زندگی کے حق اور جامع حکمرانی کا تیقن دیا جائے۔ اس نے جمہوری تلنگانہ کے مقصد کے لئے حکومت' سیاسی قائدین اور اداروں سے لڑنے کا مطالبہ کیا۔

ورنگل اعلامیہ نے یہ اپیل کی کہ تلنگانہ تنظیموں وغیرہ کے تمام مطالبات کی تکمیل علیحدہ جمہوری تلنگانہ کی تشکیل کے ذریعہ ہوسکتی

ہے۔دانشور جیسے پروفیسر جئے شنکر اور دوسروں نے امریکہ میں رہنے والوں سے مسلسل سمینار اور کانفرنسوں کے ذریعہ میل ملاپ کرتے رہے۔تلنگانہ کے لوگ جو بیرون ملک تھے تحریک میں کسی نہ کسی طریقے سے شامل رہے۔

نہایت مختصر جوابی سوالات (2 نشانات)

.1 تلنگانہ مشترکہ مجلس عمل (TJAC) کے بارے میں لکھئے۔

جواب: تلنگانہ مقصد کے لئے جدوجہد کرنے والے تمام طبقات' تمام تنظیموں کو ایک ہی پلاٹ فارم کے تحت لانے کے لئے تلنگانہ مشترکہ مجلس عمل تشکیل دی گئی۔ پروفیسر کودنڈارام کو اس کمیٹی کا چیرمین منتخب کیا گیا۔تمام بڑی سیاسی جماعتیں اس مشترکہ مجلس عمل کی شریک بنیں۔ طلبا جے اے سی کے ساتھ ملازمین' وکلا' مختلف ذاتوں کی مشترکہ مجالس عمل بنائی گئیں۔ان مشترکہ مجالس عمل نے اپنی جدوجہد نت نئے مظاہروں سے کی۔یہ مظاہرے منڈل اور دیہی سطح پر بھی منظّم کئے گئے۔1969ء تحریک کے برعکس یہ تحریک رہنماؤں کی کوششوں کی وجہ سے پرتشدد نہیں ہوئی۔

.2 تحریک میں میڈیا (ذرائع ابلاغ) کے رول کے بارے میں لکھئے۔

جواب: اگرچیکہ تمام ذات پات کی انجمنوں' ملازمین' طلباء' دانشوران' وکلا' صحافی' خواتین اور تمام عوامی گروپس نے تلنگانہ تحریک میں سرگرم حصہ لیا۔لیکن ذرائع ابلاغ نے ان کے اخبارات میں ان خبروں کا احاطہ نہیں کیا' اس کی وجہ یہ ہے کہ تلنگانہ سے شائع ہونے والے اخبارات آندھرا مینجمنٹ کے تحت ہیں۔لہذا تلنگانہ کے لوگوں نے محسوس کیا کہ پریس ان کے حق میں نہیں ہے۔پرنٹ اور الکٹرانک میڈیا علیحدہ تلنگانہ تحریک کا خاطر خواہ تجزیہ نہیں کررہا تھا۔ان کی زبان' لب ولہجہ اور ثقافت کی توہین کی گئی۔تلنگانہ عوام نے محسوس کیا کہ پانی' زائد رقومات اور روزگار کے مواقع کا استعمال آندھرا والے کررہے تھے۔دانشوروں نے محسوس کیا کہ عوامی رائے کی عکاسی کے بجائے ذرائع ابلاغ اپنے خودغرض مفادات کے لئے کام کررہا ہے۔انہوں نے یہ بھی محسوس کیا کہ صحافت' تلنگانہ تحریک کی شدت کو بتلانے میں ناکام ہوگئی۔

.3 تحریک میں طلباء کے رول کے بارے میں لکھئے۔

جواب: تلنگانہ تحریک کے بعد کے مرحلے میں طلباء کا رول تاریخ میں ہمیشہ کے لئے باقی رہے گا۔تحریک کی جائے پیدائش عثمانیہ یونیورسٹی آرٹس کالج نے مرکز کے طور پر کام کیا۔تمام طلباء تنظیموں نے متحد ہوکر مشترکہ مجلس عمل (JAC) تشکیل دئے اور عسکری جدوجہد کی۔ اس جدوجہد نے تلنگانہ ریاست کے قیام کے لئے ناگزیر حالات پیدا کئے۔عثمانیہ یونیورسٹی کے ساتھ ساتھ' کاکتیہ یونیورسٹی' ستواہنہ یونیورسٹی' تلنگانہ یونیورسٹی' مہاتما گاندھی یونیورسٹی' پالمور یونیورسٹی کے طلباء نے حکومت کے خلاف کے سی آر کے مرن برت کے وقت اور تحریک کے دوسرے مرحلوں میں مظاہرے کئے۔

.4 ملین مارچ کے بارے میں لکھئے۔

جواب: 30 سپٹمبر 2012ء کو تلنگانہ مشترکہ مجلس عمل نے حیدرآباد میں ڈانڈی مارچ کے خطوط پر ملین مارچ منظّم کیا گیا۔یہ مارچ مرکز کی جانب سے ریاست کی تشکیل میں تاخیر کے خلاف منظّم کیا گیا تھا۔تلنگانہ کے وزراء اور کئی جماعتوں نے مارچ کی حمایت کی۔پولیس نے یہ کہتے ہوئے مارچ کی اجازت نہیں دی کہ اس سے آندھرا عوام کی جائیدادوں پر تشدد برپا کیا جائے گا۔مارچ کو ناکام بنانے کے لے پولیس نے ساری ریاست میں ہزاروں کارکنوں کو گرفتار کیا اور شہر حیدرآباد میں داخل ہونے والے تمام راستوں کو بند کردیا۔جب تلنگانہ مشترکہ مجلس عمل (TJAC) نے مارچ کے پرامن انعقاد کا وعدہ کیا تو پولیس نے صرف حسین ساگر (ٹینک بنڈ) نیکلیس روڈ پر 3 بجے دوپہر تا شام 7 بجے تک مارچ کی اجازت دی۔

یونٹ 12

تلنگانہ کے میلے اور تہوار

مختصر جوابی سوالات (5 نشانات)

1. ناگوبا جاترا کی انفرادیت بیان کیجئے۔

جواب: ناگوبا قبیلے کا تہوار بہت مشہور ہے۔ عادل آباد کے میسارام طبقہ کے گونڈ اس تہوار کو دس دن تک مناتے ہیں۔ ضلع عادل آباد کے گاؤں کسیلا پور (اندراویلی منڈل) میں اس تہوار میں مہاراشٹرا' اڑیسہ' چھتیس گڑھ اور مدھیہ پردیش کے قبائل کے کثیر افراد شریک ہوتے ہیں۔ یہ ہر سال پشیا ماسم میں منعقد ہوتا ہے۔ قبیلہ کا پجاری کسیلا پور میں واقع ناگوبا مورتی کو گوداوری سے منگائے گئے پانی سے ابھیشیکم کرتا ہے۔ بزرگ لوگ مندر کو ہستناڈگو سے لائے گئے پانی سے دھوتے ہیں جس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جاتا ہے کہ ناگوبا نے وہیں پر اپنی پیاس بجھائی تھی۔ عادل آباد کے راج گونڈ ایک تقریب مناتے ہیں جس کو بھٹینگ (نئی دلہنوں کو طبقے میں شامل کیا جاتا ہے) کہا جاتا ہے۔ عورتیں سفید ساڑی میں ہوتی ہیں اور بھٹی کوریاڈ یا یعنی بہوؤں کے طبقہ کو دیوی جنگوبائی سے متعارف کروایا جاتا ہے۔ گونڈ قبیلہ کا گسادی رقص ناگوبا تہوار میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ ناگوبا جاترا کے آخری دن رات کو گونڈ ناگوبا کی مہاپوجا انجام دیتے ہیں۔ یہ پرسا۔ پین بھی کہلاتا ہے۔ رقص و موسیقی سے سامعین کا دل بہلایا جاتا ہے۔ یہ لوگ بمبو کی باسکٹ میں مہانئی ویدیم نذر کرتے ہیں اور دیوی کی نذر کرنے کے لئے تازہ فصل کے غلہ کو پکاتے ہیں۔ اب شہری عوام بھی ہندوستان کے مختلف حصوں سے آکر ناگوبا جلوس میں شامل ہوتے ہیں۔

2. کونڈہ گٹو جاترا کے بارے میں لکھئے۔

جواب: کونڈا گٹو انجنا جاترا تلنگانہ کا ایک اہم تہوار ہے۔ کونڈہ گٹو گاؤں جگتیال سے 16 کلومیٹر اور کریم نگر سے 40 کلومیٹر پر دوری پر واقع ہے۔ روایات کے مطابق یہ مندر پانچ سو سال پرانا ہے۔ مقدس دیوی انجنیا مریضوں' دماغی معذورین اور بے اولادوں کو اولاد کے لئے سنجیوامانی جاتی ہے۔ اس مندر کو ڈمیال گاؤں کے سنگم بالیا اور آشا نے تعمیر کروایا تھا۔ ہر سال ہزاروں زائرین 41 دنوں تک دھیکشا لیتے ہیں اور اپریل میں منت مانگنے کے لئے گٹو کا سفر کرتے ہیں۔ تلنگانہ کا سیاحتی محکمہ کونڈا گٹو کو ترقی دے کر مشہور سیاحتی مرکز بنانے کے لئے تمام کوششیں بروئے کار لا رہا ہے۔

3. پیدا گٹو جاترا کی اہم خصوصیات بیان کیجئے۔

جواب: پیدا گٹو جاترا یا لنگا متولا سوامی جاترا تلنگانہ کا ایک مشہور تہوار ہے۔ یہ فروری کے مہینے میں منایا جاتا ہے۔ یہ موجودہ ضلع سوریہ پیٹھ کے دھراج پلی گاؤں کے مضافات پر واقع ہے۔ مقامی روایات کے مطابق یہ تقریباً دو سو سال پرانا تہوار ہے۔ یہ ابتدا میں یادوا طبقہ کا تہوار تھا لیکن اس میں تمام طبقوں کے لوگ سرگرم کردار ادا کرتے ہیں۔ لنگا متولا سوامی یادواؤں کی خاندانی دیوی ہے۔ یہ دو سال میں ایک بار منایا جاتا ہے جو پانچ دن تک چلتا ہے۔ آندھرا پردیش' کرناٹک اور ٹاملناڈو کے زائرین اس جاترا میں شامل ہوتے ہیں۔

خواتین باسکٹ میں ہلدی، پھول، کم کم، کھلونے رکھتی ہیں اور اپنے سر پر بڑی باسکٹ اٹھا کر بونالو نذر کرتی ہیں۔ مرد حضرات سرخ نیکر پہنتے ہیں۔ زائرین سبزی کی نائی ویدیم کو لنگا متولا سوامی کی نذر کرتے ہیں۔ وہ رام کے بالی کے طور پر مندر کے احاطہ کی دوسری دیویوں کی نذر کرتے ہیں۔

قطب شاہی دور سے کئی غیر تلگوداں لوگ تلنگانہ کو نقل مقام کئے۔ جس کے نتیجہ میں کناڈ گاؤں نے راگھویندر سوامی مسلک کو روشناس کروایا اور سالانہ جشن کا آغاز برکت پورا اور لنگم پلی میں کیا گیا۔ مرہٹوں نے سی پی ایس گولی گوڑہ کے قریب ایک جنگل وٹو بھا مندر تعمیر کروایا جہاں آشاڈم اور کارتھکم کے مہینوں میں لارڈ ولو وٹو بھایا وٹھلا کا سالانہ جشن دس دنوں تک منایا جاتا ہے۔ آخری دن انادانا پروگرام خصوصی کشش رکھتا ہے۔ مارواڑی اور اگروال نے اگراسین جینتی اور پھالگنی تہوار کی ابتداء حیدرآباد میں کی۔ شیام بابا مندر جو کہ ویرنا گٹہ کی پہاڑی پر کاچی گوڑہ کے قریب ہے اپریل کے مہینے میں مقامی یادو اور تلگو لوگوں سے کھچا کھچ بھر جاتا ہے۔ ویرنا گٹہ پر اگادی کے جشن کی کارروائی ویرا بھدرا سوامی مندر کا پجاری شیو کمار انجام دیتا ہے۔ دونوں شہروں میں ویرا بھدرا سوامی کی شجاعت کی تعریف میں جوڈنڈا کم ہوتا ہے وہ دیکھنے کے لائق ہے۔ مرہٹے مراٹھی منڈل رام کوٹ، بنگالی لوگ بھارت سیواشرم چارکمان، ملیالی کینز (Keys) ہائی اسکول سکندرآباد، سکھ گولی گوڑہ گردوارہ پارسی اگنی مندر (بمقام رستم جی پستونجی مندر) اور جین کولانوپا کا سلطان بازار، کرسمس کا جشن بولارم، سکندرآباد، عابد شاپ، میدک وغیرہ میں منایا جاتا ہے جو تلنگانہ کی ملی جلی تہذیب کی علامت ہے۔

4. بونال تہوار کے بارے میں لکھئے۔

جواب: قدیم زمانے سے مختلف قسم کی دیہی دیویوں کی پوجا یہاں کی عام خصوصیات تھیں۔ یلما، پوچما، دیوی ماتائیں (اماں تلی) کی پوجا سے عوام واقف تھے۔ تلنگانہ علاقہ کا مخصوص تہوار تھا' آشاڈم بونالو' جو بے حد مشہور ہوا۔ اس تہوار کی ابتدا کے بارے میں ہمیں کوئی شواہد نہیں ملے کہ کیسے اور کب اس کی شروعات ہوئی۔ دور وسطیٰ کے تلگو اور سنسکرت کی ادبی تحریروں میں بھی بونالو کے بارے میں کوئی شواہد نہیں ملتے ہیں۔ جدید مفکر جیسے ریوریند ہنری وائٹ ہیڈ (Rev. Henry Whitehead) ' نریندرا لوتھر' ایم انڈما' یادا گیری سرما اور ایک حالیہ جدید مفکر بی۔ نرسنگ راؤ کی لکھی ''بونالو مہانکالی جاتر الشکر'' نے لشکر بونالو کے آغاز کے بارے میں چند معلومات فراہم کرتی ہیں۔

بونم کے لفظی معنی ہیں بھوجنم یا کھانا۔ یہ تہوار تلنگانہ کے دیہاتوں میں مشہور ہے۔ 1815ء میں نظام فوج کا ایک ملازم سرتی اپیا نے مدھیہ پردیش میں اجین کا سرکاری دورہ کیا۔ وہ فوج میں کہار تھا جب اسے پتا چلا کہ اس کا گاؤں یا لشکر خطرناک وبائی امراض کی لپیٹ میں ہے تو وہ اجین کے مہانکالی مندر گیا اور دیوی ماتا سے اپنے گاؤں کے لوگوں کی حفاظت کے لئے دعا مانگی اور اس نے ایک منت کی کہ وہ اپنے وطن میں ایک مندر تعمیر کروائے گا۔ جب لشکر کے حالات معمول پر آ گئے تو وہ واپس جا کر ایک چھوٹا سا لکڑی کا مندر آج کے سکندرآباد کے علاقہ مہانکالی یا رجمنٹل بازار میں تعمیر کروایا۔ 1864ء میں دیوی ماتا مہانکالی کا لکڑی کی مورتی کو نئی مورت سے تبدیل کیا گیا اور وہ مانکیالا دیوی مورتی کہلائی۔

5. بتوکماں تہوار کے بارے میں لکھئے۔

جواب: تلنگانہ کا ایک اور مشہور تہوار 'بتوکما' ہے۔ اس تہوار کے بارے میں کوئی تاریخی حوالے نہیں ملتے ہیں۔ لیکن یہ تہوار 1948ء کے بعد بہت مشہور ہو گیا۔ تلنگانہ کی تشکیل کے بعد حکومت نے اس کو 'ریاستی تہوار' کا درجہ دیا۔ یہ اشوئجم کے مہینے میں وجے دشمی یا دسہرہ سے نو دن پہلے شروع ہوتا ہے۔

یہ خاص طور پر پھولوں کا تہوار ہوتا ہے جس کو ہندو گھریلو خواتین اورلڑکیاں بڑے شوق اور اعتقاد سے مناتی ہیں۔ بودما کے بعد بتوکما منایا جاتا ہے۔ بودما ساتویں دن کا تہوار ہے۔ بتوکما خوبصورت پھولوں کا گلدستہ ہوتا ہے جو مختلف موسموں کے منفرد پھولوں جیسے تھنگیڈو' گمڈی' گنگو' گیندا' چانتی' الئی' کٹلا سے تیار کیا جاتا ہے۔ یہ مخروطی شکل میں نورنگ کے پھولوں سے تیار کیا جاتا ہے۔خواتین اس بتوکما کے اطراف گھیرا ڈال کر ساتھ ساتھ تالیاں بجاتے ہوئے چکر لگاتی ہیں اور دیوی گوری کی تعریف میں گیت گاتی ہیں۔نویں دن کا تہوار اینگلی پولا بولا بتوکما سے شروع ہوتا ہے اور سدولا بتوکما یا پیدا بتوکما پر ختم ہوتا ہے۔آخری دن تمام رسومات پورے ہونے کے بعد دیوی کو دریا یا تالاب میں ڈبودیا (غرقاب) جاتا ہے۔

جب سے تلنگانہ جاگرتی (جون 2008ء میں) کی تشکیل پائی ہے جوکہ ایک تہذیبی وتمدنی تنظیم ہے جس کی بانی کلوا کنٹلہ چندر شیکھر راؤ کی دختر کلوا کنٹلہ کویتا ہیں' تلنگانہ کے ہر گوشے سے بڑی تعداد میں اس کی حمایت کی گئی ہے۔حتیٰ کہ تلگو غیر مقیم ہندوستانیوں نے بھی امریکہ' یوکے' ملیشیا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ' دوبئی' جاپان میں بتوکما تہوار منانا شروع کیا ہے۔تلنگانہ کے تاریخی منادر' گاؤں اور شہر اس نوروزہ تہوار کے اہم مراکز بن گئے ہیں۔اس تہوار کا آخری دن سدولا بتوکما تلنگانہ کے صدر مقام حیدرآباد میں ٹینک بنڈ (نیکلس روڈ) لال بہادر اسٹیڈیم میں منایا جاتا ہے جس میں بتوکما سے متعلق نغمے' کھانے کے اقسام' لڑکیوں اور خواتین کا رقص' بیرونی ملک کے سیاحوں کو راغب کرتا ہے۔

6. سمکا اور سارا کا جاترا یا میڈارم جاترا کے بارے میں لکھیے۔

جواب: ایک روایت کے مطابق' سماکا اور سارا کا ماں اور بیٹی ہیں۔وہ قبائلی تھے۔ 1289-1323 عیسوی کے دوران آندھرا دیشا پر کاکتیہ' پرتاپ رودرا دوم کی حکمرانی تھی۔اس کے سپاہی اور مالگزاری کے عہدیدار قبائلی لوگوں کے مخالف تھے۔لہٰذا سماکا اور سارا کا نے کاکتیہ حکمران کے خلاف بغاوت کی۔لیکن وہ اپنی جراتمندانہ لڑائی میں ماری گئیں۔میدارم (ورنگل)' مدھیہ پردیش چھتیس گڑھ' اڑیسہ' جھارکھنڈ' آندھراپردیش' مہاراشٹرا اور کرناٹک کے قبائلی اس عالمی شہرت یافتہ قبائلی تہوار میں شرکت کرتے ہیں۔اس جاترا کی اہم خصوصیت ''گڑکا نذانہ'' ہے۔حکومت تلنگانہ اس جاترا کے پرامن انعقاد کے لئے تمام اقدامات کرتی ہے۔عقیدتمند گڈیلو (Gaddelu) جانے سے پہلے جمپنا واگو میں مقدس آشنان کرتے ہیں۔اس تہوار کا آغاز ''مگا سودا'' پورنمی سے ہوتا ہے۔قبائلی' سماکا اور سارا کا کی پوجا ''بمبو کی لکڑیوں'' جو سرخ رنگ اور ہلدی سے ہوتے ہیں کی شکل میں کرتے ہیں۔وہ ایک بڑے درخت کے نیچے خصوصی گدیلو (پنڈال) لگاتے ہیں۔یہ جاترا دو سال میں ایک مرتبہ ہوتا ہے۔یہ تلنگانہ کمبھ میلا کے طور پر مشہور ہے۔مذکورہ بالا تہواروں کے علاوہ تلنگانہ کے قبائل شیوا جی جینتی اور کومرم بھیم جینتی کو بڑے پیمانے پر مناتے ہیں۔

نہایت مختصر جوابی سوالات (2 نشانات)

1. عرس کے جشن کے بارے میں لکھیے۔

جواب: درگاہیں صوفی بزرگوں یا ولی اللہ کے مزار پر تعمیر کی جاتی ہیں اور یہ مسلمانوں اور ہندو زائرین کے لئے مقدس مقام بن گئے ہیں۔ عبدالجبار خان ملکاپوری کے اردو ادب محبوب دل صنم اور تذکرۂ اولیائے دکن کے مطابق تلنگانہ علاقہ میں پہلی درگاہ کی تعمیر بارس کی پہاڑی پر 1287ء میں بابا شرف الدین کے مریدوں نے کروائی۔یہ ایک متقی بزرگ تھے انہوں نے اپنی دعاؤں کے ذریعہ لوگوں کا علاج کیا۔اپریل کے مہینے میں آج بھی سالانہ جشن عرس اس درگاہ میں منایا جاتا ہے۔حیدرآباد کے دونوں شہروں' کرناٹک' مہاراشٹرا اور آندھرا۔تلنگانہ ریاستوں کے مختلف مقامات سے ہندو اور مسلم اس عرس میں شرکت کرتے ہیں۔

2. کمراویلی جاترا کے بارے میں لکھئے۔

جواب: کومراولی ملنّا جاترا تلنگانہ کا ایک اور مشہور تہوار ہے۔مقامی روایات کے مطابق کا کتیہ دور میں اپنا دیوانے کومراولی میں ایک 108 ستونوں والا شیوا مندر تعمیر کروایا تھا۔ ہر سال جنوری کے مہینے میں بڑی تعداد میں لوگ ملنا جاترا منانے یہاں جمع ہوتے ہیں۔خاص کر یادوا فرقہ کے لوگ اس جاترا میں شامل ہوکر ملنا کی پوجا کرتے ہیں یہ جاترا بھوگی کے دن شروع ہوتا ہے۔اس کا اختتام اگادی یعنی تلگو سال نو کے دن ہوتا ہے۔ یہاں کی اہم سرگرمیاں اوگو کتھا لوٴ بونالوٴ اگنی گنڈالو وغیرہ ہیں۔ یہاں کا اہم پروگرام ملنا کلیانم ہے۔ تلنگانہ اور آندھرا کے مختلف علاقوں کے لوگ اس جاترا میں حاضر ہوتے ہیں۔

3. ایڈوپایلا جاترا کے بارے میں لکھئے۔

جواب: ایدوپایلا درگا جاترا ضلع میدک میں پاپنا پیٹ منڈل کے ناگا سینا پلی گاؤں میں منایا جاتا ہے۔ ہر سال یہ شیوراتری کے دن منائی جاتی ہے۔ یہاں کی مقدس دیوی ونادرگا بھوانی ہے۔ ہر طبقہ کے لوگ اس جاترا میں شامل ہوتے ہیں اور پوجا کرتے ہیں۔
یہ مندر اونچے جنگلاتی علاقے میں واقع ہے جہاں منجیرہ کی دریا سات ندیوں (پایلو) میں تقسیم ہو جاتی ہے۔

4. تیج تہوار کے بارے میں لکھئے۔

جواب: تیج تہوار نو جوان لڑکیوں اور شادی شدہ خواتین کا ایک اہم تہوار ہے٬ یہ مانسون کے موسم میں منایا جاتا ہے۔راجستھان کی شراون اور بھدراپد خواتین٬ ہریانہ اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں کی خواتین اسے مناتی ہیں۔راجستھان کا شہر جئے پور تیج تہوار کے وقت بڑے پیمانہ پر سیاحوں کی توجہ کا مرکز بن جاتا ہے۔اس دن تمام خواتین مل کر ورت کا اہتمام کرتی ہیں۔اور ساری رات عبادت کرتی ہیں۔ نغمے گا کر خوشی مناتی ہیں۔ بڑے درختوں پر جھولے ڈالے جاتے ہیں اور عورتیں ان پر جھولتی ہیں۔مخصوص مٹھائیاں تیار کی جاتی ہیں۔خواتین اس دن کو برسرت بناتی ہیں۔اب تلنگانہ میں بھی قبائلی عورتیں تیج کا تہوار منارہی ہیں۔